ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
26
16تا22 رجب المرجب 1431ھ/29 جون تا 5 جولائی 2010ء

اس شمارے میں

ہمارا نیرو بھی نرالا ہے!
عظمتِ مصطفیٰؐ: ایک غیر مسلم کی نظر میں
ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ
قادیانی ڈائریکٹر کا عجیب وغریب دعویٰ
ہردلعزیز داعی دین
جو روشنی بکھیر کر چل دیئے
دیئے بہر سو جلا چلے ہم
شہادت کے ثمرات وانعامات
طالبان اقتدار کے خاتمہ کی منصوبہ بندی
تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

جماعت اور اطاعتِ امیر

اسلام انفرادی زندگی کو زندگی ہی نہیں مانتا۔ اسلامی زندگی ''جماعت'' ہے۔ جماعت سے مقصود افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں اتحاد، ائتلاف، امتزاج اور نظم ہو...... دنیا کا کون سا کام ایسا ہے جس کو بلا اجتماع و جماعت کے انجام دیا جاسکتا ہے۔ جماعت کی زیادہ دقیق اور فلسفیانہ تعریف چھوڑ دو۔ صاف اور سیدھے سادے معنی جو ہو سکتے ہیں، صرف انہی پر غور کرلو، سوسائٹی، پارٹی، کمیٹی، کلب، انجمن، کانفرنس، پارلیمنٹ، بلکہ قوم، ملک، فوج ان سب سے مقصود کیا ہے؟ یہی کہ ''جماعت'' اور ''التزام جماعت''۔ وحشی قوموں تک کو دیکھتے ہو کہ جنگل کے درختوں کے نیچے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور مل جل کر اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پھر جماعت بے سود ہے اگر اس کا نظام نہ ہو اور کوئی سردار و رہنما نہ ہو۔ تم پانچ آدمیوں کی بھی کوئی مجلس منعقد کرتے ہو تو سب سے پہلے ایک پریذیڈنٹ کا انتخاب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ جب تک کسی کو صدر مجلس نہ مان لیں گے یہ پانچ آدمیوں کی مجلس بھی باقاعدہ کام نہ کر سکے گی۔ فوج ترتیب دیتے ہو تو دس آدمیوں کو بھی بغیر ایک افسر کے نہیں چھوڑتے۔ اس کی اطاعت ماتحتوں کے لیے فرض سمجھتے ہو اور یقین کرتے ہو کہ بغیر اس کے فوج کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ پانچ دس آدمی بھی اگر بغیر امیر کے کام نہیں کر سکتے تو قومیں کیونکر اپنے فرائض بلا امیر کے انجام دے سکتی ہیں؟ اس سے بھی سادہ تر مثال یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں اور خاندانوں کو دیکھو! خود تمہارا گھر بھی تو ایک چھوٹی سی آبادی ہے؟ اگر بیوی تمہارا حکم نہ مانے تو تم کیوں بگڑتے ہو! اگر گھر کے لوگ تمہارے کہنے پر نہ چلیں تو تم کیوں لڑتے ہو! تم کہتے ہو کہ فلاں گھر میں امن و انتظام نہیں، روز خانہ جنگی ہوتی ہے۔ یہ سب کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ ''الجماعۃ والسمع والطاعۃ پر عمل نہیں ہو رہا۔ کوئی جماعت امن و نظم وضبط نہیں پاسکتی جب تک اس کا کوئی امیر نہ ہو اور جب تک امیر کی اطاعت نہ کی جائے۔

مسئلۂ خلافت

مولانا ابوالکلام آزادؒ

سورۃ التوبہ

(تعارف)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

یہ سورت تجزیہ کے اعتبار سے قرآن حکیم کی مشکل ترین سورت ہے۔ اس میں کئی خطبات ہیں جو مختلف اوقات میں نازل ہوئے اور چونکہ قرآن مجید میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کون سا خطبہ کس وقت نازل ہوا، اس لیے یہاں بڑی تحقیق کی ضرورت ہے۔ جن لوگوں نے اتنی تکلیف گوارا نہیں کی وہ خود بھی مغالطوں میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو بھی مبتلا کیا۔

یہ سورۂ مبارکہ دو بڑے بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ پانچ رکوعوں پر جبکہ دوسرا حصہ گیارہ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ فلسفۂ دین اور فلسفۂ رسالت کے اعتبار سے ان دونوں حصوں کے مابین فرق جاننے کے لیے یہ بات پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ آپؐ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی ایک بعثت خصوصی ہے جو مشرکین عرب یعنی بنو اسمٰعیل کی طرف ہے کیونکہ آپ انہی میں سے تھے اور ان ہی کی زبان میں آپؐ نے آخری اتمام حجت کر دیا۔ رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قدیم دستور ہے کہ جس قوم کی طرف رسول بھیجا جائے اور وہ اتمام حجت کر دے مگر پھر بھی وہ قوم تسلیم نہ کرے تو اس قوم کو عذاب استیصال کے ساتھ ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ تو مشرکین عرب کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ کا یہ آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے تحت نافذ ہوا۔ اس فیصلے کے نفاذ کا معاملہ پہلے پانچ رکوعوں میں آیا ہے۔ یہ حصہ گویا حضورؐ کی بعثت خصوصی سے متعلق ہے، جس کے تحت آپؐ نے جزیرہ نمائے عرب میں دین کو غالب وقائم کر دیا۔

آپؐ کی بعثت عمومی پوری نوع انسانی کے لیے ہے، جس کا آغاز آپؐ نے صلح حدیبیہ کے بعد فرمایا۔ 7 ہجری سے پہلے آپؐ نے کوئی مبلغ، کوئی داعی عرب سے باہر نہیں بھیجا۔ اس وقت تک آپؐ نے اپنی پوری توجہ، پورا وقت، ساری صلاحیتیں اور قوتیں جزیرہ نمائے عرب کے اندر مرکوز کر رکھی تھیں۔ اور جب جزیرہ نمائے عرب میں آپؐ کو اس حد تک کامیابی ہو گئی کہ قریش نے آپؐ کی حیثیت کو مان لیا اور آپؐ کے ساتھ صلح کر لی، جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا، تو گویا بعثت خصوصی کی حد تک کام پورا ہو گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے بیرون عرب قیصر، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی (شاہ حبش جو ایمان لے آئے تھے) کے نام خطوط بھیجے۔ ان خطوط کے نتیجہ میں سلطنت روما سے ایک ٹکراؤ شروع ہو گیا۔ پہلے غزوۂ موتہ اور پھر غزوۂ تبوک ہوا۔ ان دو غزوات کا تعلق حضور ﷺ کی بعثت عمومی سے ہے۔ کیونکہ اب آپؐ کی دعوت اور اقامتِ دین کی جدوجہد کا دائرہ ملک عرب سے باہر تک وسیع ہو رہا تھا۔ اس سورۂ مبارکہ کے گیارہ رکوع اسی سے بحث کر رہے ہیں۔

پہلے پانچ رکوع جن میں جزیرہ نمائے عرب تک مشن کی تکمیل کے مرحلے کا اعلان ہو رہا ہے، کی تقسیم بھی عجیب ہے۔ ان میں دو رکوع وہ ہیں جو 8 ہجری میں فتح مکہ سے قبل نازل ہوئے۔ ان میں مسلمانوں کو فتح مکہ کے لیے نکلنے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اس معاملے میں ردو قدح ہو رہی تھی جس میں کچھ منافقین اور کچھ سادہ دل مسلمان جن کے رشتہ دار مکے میں تھے، تحفظات کا اظہار کر رہے تھے کہ جنگ ہوئی تو ان کے رشتہ داروں کو بھی گزند پہنچے گی، کیونکہ گندم کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ ان رکوعوں میں اسی ردو قدح کا ذکر ہے۔ دوسرے تین رکوع 9 ہجری میں ذی قعدہ میں نازل ہوئے۔ 8 ہجری میں آپؐ نے حج نہیں کیا۔ پھر اگلے سال 9 ہجری میں بھی آپؐ نے حج نہیں کیا، لیکن ایک قافلہ بھیج دیا تھا، جس کے امیر حضرت ابوبکر صدیق ؓ تھے۔ اس قافلہ کی روانگی کے بعد تین رکوعوں پر مشتمل آیات نازل ہوئیں، جن میں آخری اعلان کیا گیا ہے کہ اب آئندہ یہاں کوئی مشرک حج کے لیے نہیں آئے گا۔ 9 ہجری کا حج مشترک تھا۔ اس میں اہل ایمان بھی تھے اور مشرکین بھی تھے۔ مگر اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ مشرکین کے ساتھ اللہ کا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ انہیں مہلت دی جا رہی ہے کہ اتنے معین مدت کے اندر اندر یا تو وہ ایمان لے آئیں یا پھر ان کا قتل عام کیا ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی یہ سخت ترین آیات ہیں لیکن درحقیقت یہ سزا عذاب استیصال کے قائم مقام ہے۔ قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ، آل فرعون، قوم شعیبؑ اور صدوم وعامورہ کی بستیاں عذاب استیصال کی نذر ہو چکی تھیں۔ مشرکین عرب پر بھی یہ عذاب آنا تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اُن کی طرف بھیجے گئے جن کے ساتھ انہی کی زبان میں کتاب اتاری گئی۔ اس طرح ان پر اتمام حجت ہو گیا یعنی حق واضح ہو گیا۔ اب ایمان نہ لانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ عذاب استیصال کے مستحق ہو چکے۔ اُن پر عذاب کی پہلی قسط تو غزوۂ بدر کی شکل میں تھی، اور اب آخری یہ کہ اتنی مدت کے اندر اندر ایمان لے آؤ تو تمہاری خیر ہے، ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس میں یہ آپشن خود بخود موجود تھی کہ اگر تم نہ ایمان لانا چاہتے ہو اور نہ قتل ہونا چاہتے ہو تو جزیرہ نمائے عرب کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اب تم عرب میں نہیں رہ سکتے، کیونکہ اس خطہ کو شرک سے پاک کر دیا جائے گا۔ پہلے رکوع کی چھ آیات وہ ہیں جن کو دے کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو مکہ بھیجا تھا کہ میری طرف سے وہاں جا کر اعلان عام کر دو کہ اب مشرکین کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ اس کے بعد دو رکوع ہیں جو فتح مکہ سے ایک سال پہلے نازل ہوئے۔ اگلے دو رکوع پھر وہی ہیں، جو ان چھ آیات کے تسلسل میں ہیں جو ذی قعد 9 ہجری میں نازل ہو رہی ہیں۔ تو یہ تین حصوں میں پہلے پانچ رکوع ہیں لیکن ان پانچ رکوع کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی بعثت خصوصی کے تکمیلی مرحلہ سے ہے۔

قرآن مجید کی یہ واحد سورت ہے جس سے پہلے بسم اللہ نہیں آتی۔ حضرت علی ؓ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ سورت تو ننگی تلوار لے کر نازل ہوئی ہے۔ آیت بسم اللہ میں اللہ کے الرحمٰن اور الرحیم نام آئے ہیں، جو اُس کی رحمت کے مظہر ہیں۔ مگر اس سورت میں اہل شرک سے اظہار براءت ہے اور یہ اعلان ہے کہ اب مشرکین کا قتل عام کیا جائے گا۔ اس طرح اس سورت کے مضامین کو بظاہر اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کے ساتھ مناسبت نہیں۔ لہٰذا اس سورت سے قبل بسم اللہ نہیں لکھی جاتی۔ (واللہ اعلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

ہمارا نیرو بھی نرالا ہے!

ماضی میں جب کبھی ”روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا“ کی ضرب المثل سنتے تو ایک انتہائی ظالم، بے حس، عوامی خواہشات اور احساسات کو بے دردی سے کچل دینے والے حکمران کا ہیولا ڈریکولا کی صورت میں سامنے آ جاتا تھا۔ گزشتہ صدی کے اوائل میں جب برصغیر غیر ملکی غلامی میں جکڑا ہوا تھا، آقا اور غلام کا تصور ہونے کے باوجود بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل غیر ملکی حکمران بھی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد عوام کا خیال تھا کہ اپنوں کی حکومت ہوگی، وہ ہمارا یوں خیال رکھے گی جیسے خاندان کا سربراہ اہل خانہ کا رکھتا ہے، جیسے ماں اپنے منہ سے نوالہ نکال کر بچوں کے منہ میں ڈال دیتی ہے۔ اسلامی اخوت کا تقاضا پورا ہوگا کہ معاشرہ دوسرے کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے گا۔ بھولے اور معصوم لوگ نہیں جانتے تھے کہ نوزائیدہ آزاد ریاست میں اسلامی اقدار تو دور کی بات ہے، یہاں تو عام انسانی اقدار کو بھی پاؤں تلے کچل دیا جائے گا۔ نفسانفسی کا یہ عالم ہوگا کہ انسان انسان کا خون چوسے گا۔ دولت، جائیداد اور اقتدار کے لیے خونی رشتوں کا تقدس ختم ہو جائے گا۔ آنکھوں سے حیا اٹھ جائے گی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آزادی کے بعد صرف پیسہ بولے گا۔ حکمرانوں کو صرف ڈالر کی زبان سمجھ آئے گی۔ اس ظالمانہ اور سفاک طرزِ عمل کے نتائج خودکشیوں میں اضافہ کی صورت میں سامنے آنے لگے ہیں۔ حکومتی ابوجہل یہ کہہ کر کہ خودکشی بھی اللہ کی رضا سے ہوتی ہے، رعایا کے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہیں۔

آج مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بدقسمت عوام اپنے اہل خانہ کو فاقوں اور دردر کی ٹھوکروں سے بچانے کے لیے زہر دے کر قتل کر رہے ہیں۔ اُن کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد وہ اپنی دکھ بھری زندگی کو بھی ختم کر لیتے ہیں۔ حقیقت میں تو وہ انتہائی ذہنی دباؤ کے تحت اپنی ہی زندگی کو ختم کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس سے پہلے وہ اپنے پیاروں کا قتل اس لیے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بعد ظالم، خودغرض اور بے حس معاشرہ اور ہمدردی اور اپنائیت سے ناآشنا حکومتی اہلکاران کے پیاروں کی زندگی کو موت سے بدتر بنا دیں گے۔ لہٰذا وہ اپنے تئیں انہیں بھی اس درد بھری دکھی زندگی سے نجات دلانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ خودکشی از روئے اسلام حرام موت ہے۔ یہ ایک ایسے فیصلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی احمقانہ کوشش ہے جو اللہ نے کسی انداز اور کسی سطح پر بھی انسان کے سپرد نہیں کیا۔ یہ تکلیف، پریشانی اور دکھ کی حالت میں قرآن اور سنت سے رہنمائی حاصل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم ذہنی ڈپریشن اور مایوسی کی آخری حد تک پہنچ کر خودکشی کی حرام موت کی طرف بڑھنے والوں کی خدمت میں کچھ عرض کریں، آغاز میں تحریر کیے ہوئے جملے روم کے جلنے اور نیرو کے بانسری بجانے کی وضاحت ضروری ہے۔ آج یہ ضرب المثل اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ جیسی پاکستان اور حکومت پاکستان پر منطبق ہو رہی ہے، شاید روم اور نیرو پر بھی نہ ہوتی ہو۔ ایک طرف فاقہ کش اور مفلس عوام زہر کھا رہے ہیں، پھانسی کے پھندے بنا کر گھر کے پنکھوں سے جھول رہے ہیں، اپنے آپ کو دریاؤں اور سمندر کی بے رحم لہروں کے سپرد کر رہے ہیں اور دوسری طرف زرداری اور گیلانی عوام کے خون پسینے کی کمائی انتہائی بے رحمی سے لُٹا رہے ہیں۔ بے نظیر کے یومِ پیدائش پر اربوں روپے کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو اشتہار دیے گئے۔ وزیراعظم نے یادگاری منصوبے کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے کہا کہ یہ محض عقیدت کے اظہار کے لیے ایک ٹوکن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس یادگار پر ایک ارب روپیہ خرچ ہوگا۔ شاید

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 16 تا 22 رجب المرجب 1431ھ — 29 جون تا 5 جولائی 2010ء — شمارہ 26

بانی: **اقتدار احمد** مرحوم

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا

محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000

فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700

فون: 35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا ------------------- (2000 روپے)

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بھوکے عوام کو کود کر جان دینے کے لیے ایک اونچے مینار کی سہولت فراہم کرنا مقصود ہے۔ بے نظیر کے یومِ پیدائش پر صدر زرداری ساری حکومت کو نوڈیرو لے گئے جس پر کروڑوں روپے کا خرچ اٹھ گیا ہوگا اور تمام تقاریب کا ڈراپ سین ایک بے ہودہ قسم کی تقریر پر ہوا۔ جعلی ڈاکٹری کی ڈگری کے حامل وزیر قانون بریف کیس میں سرکاری خزانے کے کروڑوں روپے لے کر شہر شہر گھوم کر وکلاء کی منڈی لگائے ہوئے ہیں، تا کہ ججوں کے خلاف جنگ جیتی جا سکے۔ ہماری حکومتیں اربوں کھربوں روپے ان اللے تللوں میں خرچ کرنے کی بجائے اگر صنعتیں قائم کرتیں، جس سے لوگوں کو روزگار مہیا ہوتا تو یہ بدنصیب شاید اپنے پیاروں کا قتل اور اقدام خودکشی نہ کرتے۔ تمام حکومتی کمرشل اداروں کو لوٹ کھسوٹ سے دیوالیہ کر دیا گیا ہے، جس سے بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا میں سالگرہ زندہ لوگوں کی منائی جاتی ہے۔ مرنے والوں کی تو اگر کہیں منائی جاتی ہے تو وہ برسی منائی جاتی ہے۔ ہمارا نیرو بھی نرالا ہے، وہ بیوی کے یومِ پیدائش پر ہنسے یا سُسر کی پھانسی پر روئے، عوام کے اربوں روپے جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں اور مزید خاندان قتل اور خودکشی کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ وہ آج کل لوگوں کو صبر کی بڑی تلقین کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ سوئٹزرلینڈ، سپین اور دوسرے یورپی ممالک کے بینکوں میں دن دگنی رات چگنی ترقی کرتی ہوئی انٹرنیشنل کرنسی کی گنتی بھی جاری ہے۔

ہمیں تو یہ فکر دامن گیر ہے کہ عوام کے سینوں میں پکنے والا نفرت اور غضب کا لاوا اگر پھٹ گیا، محرومین اگر دولت کدوں اور عیش کدوں پر حملہ آور ہو گئے تو ایک ایسا خونی انقلاب برپا ہو سکتا ہے جو سب کچھ بہا کر لے جائے گا یا جلا کر خاکستر کر دے گا لیکن ایسا خونی انقلاب تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں دیتا۔ مرنے والے بے مقصد مر جائیں گے اور زندہ رہنے والوں کے سروں پر خاک اور راکھ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اگر ہم اس غربت اور فاقہ زدگی کی حالت میں اپنا طرزِ فکر اور طرزِ زندگی بدل لیں، کسی نیرو سے امیدیں وابستہ کرنے کی بجائے اپنا رخ اپنے واحد خالق اور رازق کی طرف کر لیں، اگر اپنے جسم پر مٹی کا تیل اور پٹرول انڈیلنے کی بجائے اسے ربّ کعبہ کے حضور جھکا دیں، رزقِ حلال کے لیے جدوجہد کریں اور اپنے خالق و مالک کے حضور سربسجود ہو کر اس کی بندگی کا اقرار کریں تو فاقہ کشی تو پھر بھی شاید ہو، لیکن مایوسی کبھی قریب نہ پھٹکے گی اور رزق کے در بھی وا ہو جائیں گے۔ لیکن ہم اس پر ہی بس نہ کریں بلکہ اپنے جسم کے ساتھ ساتھ اس مملکت خداداد پاکستان کو بھی مسلمان کرنے کا عہد کریں۔ ایک منظّم جدوجہد کریں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک ملحدوں اور دین کے منکروں پر یہ زمین تنگ نہ ہو جائے۔ ہاں جان دینی پڑے تو اس پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لیے دیں، ملک میں شریعتِ محمدیؐ کے نفاذ کے لیے دیں۔ موت کا بہر حال وقت معین ہے۔ طریقہ کار آپ نے خود طے کرنا ہے۔ غلط طرزِ زندگی اختیار کر کے مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حرام موت کو گلے لگا کر یا دین اسلام کی سربلندی اور پاک وطن میں پاک دین کا نفاذ کرتے ہوئے جان دینی ہے۔ خودکُشی حرام فعل ہے جو جہنم کا راستہ دکھاتا ہے جبکہ دین اسلام کے نفاذ کے لیے جہاد صحیح معنوں میں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آیئے، خلوصِ نیت سے اس باطل نظام سے ٹکرا کر جان دینے کا عہد کریں، جنت الفردوس آپ کی منتظر ہے۔

بیان مجلس اسرار

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ: ایک غیر مسلم کی نظر میں

روس میں 1917ء میں اشتراکی انقلاب آیا اور اس کے بعد پوری دنیا میں اس کا بڑا چرچا ہوا۔ اس کے بعد عالمی سطح پر کمیونزم کی جو تنظیم قائم ہوئی وہ ''کمیونسٹ انٹرنیشنل'' کہلاتی تھی۔ دنیا کے چوٹی کے انقلابی لوگ اس کے ممبر تھے۔ ایم این رائے ہندوستان کی جانب سے اس کا رکن تھا۔ وہ بہت بڑا انقلابی تھا، اُس نے اسلام کے تاریخی کردار پر ایک کتاب لکھی، جس کا نام ہے "Historical Role of Islam"۔ اس کتاب میں ایم این رائے صاف صاف کہتا ہے اور بڑی تفصیل سے کہتا ہے کہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب وہ تھا جو محمد عربی (ﷺ) نے برپا کیا تھا۔ حضور ﷺ کے جانشینوں اور جاں نثاروں نے جس سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں اور عراق، شام، ایران، مصر جس تیزی کے ساتھ فتح کیے، اگرچہ اس تیزی کے ساتھ تاریخ انسانی میں فتوحات پہلے بھی ہوئی ہیں، ریکارڈ پر ہے کہ سکندر اعظم مقدونیہ سے چلا تھا اور دریائے بیاس تک پہنچا اور وہ جس تیزی کے ساتھ علاقے فتح کرتے ہوئے آیا وہ اپنی جگہ بہت بڑی مثال ہے۔ وہ تو مغرب سے مشرق کی طرف آیا تھا جبکہ اٹیلا مشرق سے مغرب کی طرف گیا تھا۔ چین کے شمال میں صحرائے گوبی سے نکل کر وہ ڈینور کی وادی تک جا پہنچا تھا۔ لیکن ایم این رائے کہتا ہے کہ ان فاتحین کی فتوحات محض ہوسِ ملک گیری کا شاخسانہ تھیں۔ اس نے انہیں "brute military compaigns" قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اِن کے نتیجے میں کوئی نئی تہذیب یا کوئی نیا تمدن وجود میں نہیں آیا، دنیا میں کوئی روشنی نہیں پھیلی، کوئی علم کا فروغ نہیں ہوا۔ جبکہ محمد عربی ﷺ اور آپؐ کے جانشینوں کے ذریعے سے شرقاً غرباً جو فتوحات بڑی تیزی کے ساتھ ہوئیں، ان کے نتیجے میں ایک نیا تمدن، نئی تہذیب، علم کی روشنی اور انسانی اقدار کو فروغ ملا۔ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو ہر طرح کی زیادتیوں سے پاک تھا۔ اس میں سیاسی جبر نہیں تھا، اس میں معاشی استحصال نہیں تھا، اس میں کوئی سماجی فرق و تفاوت نہیں تھا۔ جیسے کہ علامہ اقبال نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا ہے۔

در شبستانِ حرا خلوت گزید — قوم و آئین و حکومت آفرید

دنیا میں اور بھی بڑے بڑے لوگ رہے ہیں جو سالہا سال تک پہاڑوں کی غاروں کے اندر تپسیائیں کرتے رہے ہیں، لیکن محمد عربی ﷺ نے غارِ حرا میں چند روز کے لیے جو خلوت گزینی اختیار کی تھی وہ اس قدر Productive اور نتیجہ خیز تھی کہ اس سے ایک نئی قوم، نیا تمدن، نیا آئین اور حکومت وجود میں آ گئی۔ یہ ہے آنحضور ﷺ کی وہ عظمت کہ جس کا اظہار ایم این رائے نے گزشتہ صدی کے ربع اول کے آخری سالوں میں کیا، جو مسلمان نہیں، ہندو کمیونسٹ تھا۔

یہود کی ناپاک سازشوں اور ہتھکنڈوں کے باوجود اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا

آخرت کے دردناک عذاب سے خلاصی — اور — غلبۂ دینِ حق کی شاہراہ

ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 11 جون 2010ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ خطاب جمعہ میں فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیل کی وحشیانہ جارحیت کو یہودیوں کی اسلام دشمنی کے تاریخی تناظر میں واضح کیا گیا تھا۔ آیات قرآنی کی روشنی میں یہ بتایا تھا کہ یہودی روز اول سے اسلام کا نور بجھا دینا چاہتے ہیں، مگر اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا۔ اس سلسلہ میں سورۃ الصّف کی آیات 8، 9 کے حوالے سے یہود کی اسلام دشمنی اور نبی کریم ﷺ کے مقصد بعثت غلبۂ دین پر گفتگو ہوئی تھی۔ آج سورۃ الصّف ہی کی آیات کے حوالے سے اس سلسلہ کو آگے بڑھانا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مقصد بعثت کے حوالے سے فرمایا گیا:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (الصف)

”وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔“

یہاں آپؐ کے مقصد بعثت کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ مقصد ہے اظہارِ دینِ حق۔ قرآن حکیم میں زیادہ اہم مضامین کم از کم دو مرتبہ ضرور دہرائے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے مقصد بعثت کا مضمون سورۃ التوبہ آیت:33 میں انہی الفاظ میں آیا ہے۔ پھر یہی بات سورۃ الفتح میں بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ آئی ہے۔ آپؐ سے پہلے بھی بہت سے رسول آئے، مگر یہ رسول اپنی اپنی قوم اور علاقے کے لیے تھے۔ آپؐ کی بعثت کی امتیازی شان یہ ہے کہ یہ پوری نوع انسانی کی طرف ہے۔ آپؐ کو دو چیزیں دے کر بھیجا گیا ہے: ایک ”الہدیٰ“ اور دوسری ”دین حق“۔ الہدیٰ کے ذریعے اُخروی نجات کا راستہ واضح ہوتا ہے۔ دین حق یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام و نفاذ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر خدائے واحد کی غلامی میں لاتا ہے۔ پھر یہ کہ اس نظام کے نفاذ کے ذریعے بھی اُخروی کامیابی کے راستے کھلتے ہیں۔ اگر دنیا میں غیر اسلامی نظام ہو، ظلم و جبر، بربریت اور ناانصافی ہو، لوگوں کو اُن کے حقوق سے محروم رکھا جائے تو شرف انسانیت اور اعلیٰ اوصاف دب کر رہ جاتے ہیں۔ لوگوں میں انتقام، حسد، بغض، طبقاتی تقسیم، نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں، اور انسانیت کی بجائے حیوانیت کو فروغ ملتا ہے۔ دین حق نافذ ہو تو انسانیت کو ان مفاسد سے نجات ملتی ہے۔ ان کی بجائے اعلیٰ اوصاف پروان چڑھتے ہیں، اور سوسائٹی امن واخوت کا گہوارا بن جاتی ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کو یہ دین اس لیے عطا کیا گیا کہ اِسے ادیان باطلہ پر کل نظام اطاعت پر غالب کر دیا جائے۔ آپؐ کی بعثت خصوصی اہل عرب کی طرف تھی۔ آپ کے مشن کی اس اعتبار سے تکمیل ہوگئی کہ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک آپؐ کی حیات طیبہ کے دوران دین غالب ہوگیا، بلکہ بیرون عرب دین کے نظام عدل کی توسیع کا آغاز بھی ہوگیا۔ تاہم آپؐ کی بعثت عمومی پوری نوع انسانی کی طرف ہے۔ لہٰذا دین کو بالآخر پوری دنیا پر غالب ہونا ہے، چاہے مشرکین وکفار کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

آپؐ کے مقصد بعثت اظہار دین کے ساتھ ہی یہ بتا دیا گیا کہ کفار و مشرکین دین حق کا غلبہ ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کریں گے۔ ان لوگوں میں سے بھی سخت ترین یہود ہوں گے، جن کا ذکر ماقبل آیت میں کر کے بتا دیا گیا کہ وہ نور اسلام کو بجھا دینا چاہتے ہیں۔ یہودی ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہیں گے، لہٰذا مسلمانو! اِن سے کسی خیر و بھلائی کی توقع نہ رکھنا۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ حاملین کتاب و شریعت ہیں، اِن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی تھی، یہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی حقانیت کو خوب جانتے ہیں، مگر ان کے اندر حسد اور تکبر ہے جو ان کے قبول حق کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ان کا سارا غصہ اس بات پر ہے کہ ہمیں یہ جو فضیلت حاصل تھی کہ نبوت و رسالت دو ہزار سال تک ہماری قوم میں رہی، یہ ہم سے چھین کر بنی اسمٰعیل کو کیوں دے دی گئی ہے۔ لہٰذا یہ نہ صرف خود اسلام کو قبول نہیں کریں گے، بلکہ نوع انسانی کو بھی اسلام سے برگشتہ کرنے کی سعی مذموم کریں گے، اسلام کی ترقی، غلبہ اور احیاء کے راستے میں روڑے اٹکائیں گے اور طرح طرح کی تدبیریں کریں گے۔

یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ یہود کی دشمنی صرف اسلام سے نہیں بلکہ یہ پوری انسانیت کے دشمن ہیں۔ نوع انسانی سے اِن کی دشمنی دو اعتبارات سے ہے۔ ایک یہ کہ ان کے خیال میں انسان صرف ہم بنی اسرائیل ہیں، غیر اسرائیلی جینٹائلز ہیں۔ دنیا میں حکومت واقتدار صرف ہمارا حق ہے۔ اور ہم جیسے چاہیں غیر اسرائیلیوں کو استعمال کریں، جیسے چاہیں اُن کا استحصال کریں، اُن کا خون نچوڑیں، انہیں سود کے جال میں جکڑیں، کولہو کے بیل کی مانند اُن سے مشقت لیں۔ یہ ہمارے لیے کوئی گناہ نہیں۔ یہودیوں کی فقہ تالمود ایسی تعلیمات سے بھری پڑی ہے۔ یہودیوں کی انسانیت دشمنی کی دوسری وجہ اُن کا دور انتشار (Diaspora) ہے۔ اس

سے مراد 70ء سے 1917ء تک کا وہ زمانہ ہے، جس میں یہ ارض فلسطین سے بے دخل رہے۔ اِس دورِ انتشار میں یہ دنیا میں بکھرے رہے۔ ارض فلسطین میں عہد فاروقیؓ تک تو ان کا داخلہ بھی بند تھا، جبکہ یہاں عیسائیوں کی حکومت تھی، البتہ حضرت عمر فاروق ؓ نے جب یروشلم فتح کیا تو عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ ہوا اُس کے تحت یہود کو یہاں وزٹ کی اجازت دے دی گئی، البتہ یہ واضح کر دیا گیا کہ وہ وہاں سکونت نہ رکھ سکیں گے۔ دورِ انتشار میں دنیا بھر میں یہودیوں پر اُن کی شیطنت کے سبب مار پڑتی رہی، اور ذلت و مسکنت کے عذاب میں گھرے رہے۔ اب یہ نوع انسانی سے اسی کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہودی اگرچہ سب سے بڑھ کر دشمن تو مسلمانوں کے ہیں، لیکن بقیہ نوع انسانی سے بھی دشمنی رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ انسان کو مقام انسانیت سے گرا کر حیوان بنا دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب انسان کا رشتہ آسمانی شریعت سے کاٹ دیا جائے۔ عیسائی دنیا کی حد تک وہ یہ کام بڑی کامیابی سے انجام دے چکے ہیں۔ اب مسلم دنیا بطور خاص اُن کا ہدف ہے۔ نوع انسانی کو حیوانیت تک لانے کے لیے انہوں نے بڑی پلاننگ کی ہے۔ سیکولرازم کا تصور جو تاریخ انسانی میں خدا کے خلاف سب سے بڑی بغاوت ہے، انہی کی شیطانی فکر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ معاشرے اور ریاست کے اجتماعی معاملات میں اللہ کی ہدایت اور آسمانی شریعت کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ قانون ہم خود بنائیں گے، (معاذ اللہ) ہمیں اللہ کا قانون منظور نہیں۔ اللہ کے نزدیک بے حیائی اور فحاشی شیطانی کام ہیں، تو ہوا کریں، ہم انہیں فروغ دیں گے، تاکہ انسان شرف انسانیت سے محروم ہو جائے۔ اور یہودیوں نے دجالی مغربی تہذیب کو عام کر کے فی الواقع انسان کو حیوان بنا دیا ہے۔ یہودیوں کے اکابر نے 1897ء میں یہ طے کیا تھا کہ کس طرح انسانوں کو حیوان بنا کر اُن کو اپنا غلام بنانا اور اُن پر حکومت قائم کرنی ہے۔ پروٹوکولز میں اس کی ساری تفصیل دی گئی ہے، جو یہودیوں کے نہ چاہتے ہوئے بھی منظر عام پر آ گئے تھے۔ یہودی انہی پروٹوکولز کے مطابق دنیا میں شیطنت کو عام کر رہے ہیں اور شیطانی عالمی نظام کے قیام کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ دنیا کے راست فکر مفکرین اور دانشور اس حقیقت کا پوری طرح ادراک کر چکے ہیں کہ یہود شیطان کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا شیطانی ایجنڈا اس قدر منظم اور مربوط انداز سے آگے بڑھایا ہے کہ پوری دنیا حیوانیت کی ڈگر پر گامزن ہو چکی ہے، بالخصوص یورپ اور امریکہ اُن کے طے کردہ خطوط سے ذرا بھی ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔ یہودی نیو ورلڈ آرڈر کے قیام کے لیے دنیا میں ہر جگہ اسلام کا راستہ روک رہے ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ اُن کی ساری سازشیں ناکام ہوں گی۔ ان کی تمام تر ناپاک چالوں اور ہتھکنڈوں کے باوجود اللہ کا دین کل بھی غالب ہوا تھا۔ چنانچہ عہد نبویؐ میں پورے جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا پرچم سربلند ہوا۔ بعد ازاں عہد صحابہؓ میں اسلامی خلافت نے سلطنت روم و ایران کو اپنے زیر نگیں کیا اور معلوم دنیا کے ایک بڑے حصے پر اللہ کا دین غالب ہو گیا۔ تا آنکہ 1924ء میں ترکی میں خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اب حال یہ ہے کہ دنیا کے 57 مسلم ممالک میں کہیں بھی یہ نظام قائم نہیں۔ دشمنوں کی سازشیں ہر جگہ دین اسلام کے نظام عدل کی راہ میں بروئے کار آ رہی ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ یہ دین کل روئے ارضی پر غالب ہو گا۔ نبی کریم ﷺ کا مقصد بعثت تکمیلی شان کے ساتھ تب ہی پورا ہو گا جب کل روئے ارضی دین حق کی روشنی سے جگمگا اُٹھے گی۔ یہ کام ہو کر رہنا ہے۔ صحیح احادیث میں اس کی پیشین گوئیاں آئی ہیں۔ البتہ اس وقت مسلمانوں کو جو سزا مل رہی ہے، وہ اُن کی دین سے غداری اور بے وفائی کی وجہ سے ہے۔ مسلمانوں نے نہ تو خود دین اسلام کو اپنے ملکوں میں نافذ کیا اور نہ ہی شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کیا۔ بانی محترم فرمایا کرتے تھے کہ اس معاملے میں سب سے بڑے مجرم اہل عرب ہیں کہ جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا، انہیں میں نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی۔ عرب بادشاہوں نے نظام شریعت کی بجائے سیکولر نظام مسلط کر رکھے ہیں، اور نظام شریعت کی آواز بلند کرنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

دین تو بہرحال غالب ہو گا، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ غلبہ کیسے ہو گا؟ یہ کام محض تمناؤں، آرزوؤں، دعاؤں سے نہیں ہو گا۔ اس کے لیے ہمیں انقلاب کے نبویؐ طریقے کے مطابق سخت محنت اور جدوجہد کرنا ہو گی۔ نظام باطل کو اُکھاڑنا اور اُس کی جگہ دین حق کا نظام قائم کرنا آسان نہیں۔ اس کے لیے ہمیں جان، مال، اوقات اور اپنی صلاحیتوں کی بھرپور قربانیاں دینی ہوں گی۔ دورِ نبویؐ میں یہ دین غالب ہوا تھا تو حزب اللہ کی بے مثال قربانیوں سے ہوا تھا۔ غلبہ و اقامت دین کی منزل دعوت اور جہاد و قتال کی سنگلاخ راہوں پر چلنے کے بعد آئی تھی۔ ہمیں بھی انہی راہوں پر چلنا ہے، تاکہ دین غالب ہو۔ نفاذ اسلام کے لیے نبوی طرز پر یہ جدوجہد ناگزیر ہے، اس کے بغیر بات نہیں بنے گی۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ الصف کی زیر گفتگو آیت 9 میں نبی کریم ﷺ کا مشن غلبۂ دین بتانے کے بعد اگلی آیات میں غلبۂ دین حق کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝١٠﴾ (الصف)

"مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔"

عذاب الیم سے مراد آخرت کا دردناک عذاب ہے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے، آمین۔ اگر تم عذاب الیم سے چھٹکارا پانا چاہتے ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے ایک ڈیل کرنا ہو گی۔ ڈیل کیا ہے؟ فرمایا۔

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١١﴾ (الصف)

"(وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

اللہ سے اس ڈیل کی پہلی شق یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان رکھو۔ تم ایمان کے دعویدار تو ہو، مگر عملاً تمہارا حال یہ ہے کہ جہاں دو پیسے کا فائدہ نظر آئے ایمان بیچ ڈالتے ہو۔ یہ کاہے کا ایمان ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر تمہیں پختہ یقین اور قلبی ایمان ہونا چاہیے۔ دوسری شق یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ اب یہ جہاد کس لیے ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ جہاد اسلام کے اُس عادلانہ نظام زندگی کی سربلندی کے لیے ہے، جو اللہ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ وہ نظام کہ جس میں کامل عدل و انصاف ہے، جس میں انسانی حقوق کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، جو خیر کے رجحانات کو تقویت دیتا اور شر اور حیوانیت کا راستہ روکتا ہے۔ اُس عظیم نظام زندگی کے غلبہ و احیاء کے لیے تمہیں اپنی جانوں اور اموال کی قربانی دینی ہو گی۔ وقت لگانا

پڑے گا۔ بھرپور تیار کرنی ہوگی۔ یہ نظام یونہی نہیں آجائے گا۔ فرمایا، اگر تم سمجھو تو وہ چیزیں جن کی تمہیں تلقین کی جارہی ہے، تمہارے لیے بہت بہتر ہیں۔ یہ تمہیں عذاب الیم سے چھٹکارا دلانے والی ہیں۔ تمہارا معاملہ یہ ہے کہ تمہیں ساری فکر دنیا بنانے کی ہے۔ تمہیں خیال ہے تو بس یہ ہے کہ اپنے بڑھاپے کے لیے کیسے بچایا جائے، اپنے بچوں کا مستقبل کیسے بنایا جائے۔ حالانکہ یہ تو تمہارا مستقبل ہے ہی نہیں۔ تمہارا اصل مستقبل تو آخرت کی دائمی زندگی ہے، تمہیں اُس کو سنوارنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اُس مستقبل کی بہتری ایمان اور جان و مال کے ساتھ جہاد میں ہے۔ دنیا سے محبت تمہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے روکتی ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ بہت سا مال و اسباب جمع کرلو۔ مہنگی رہائش سکیم میں اعلیٰ رہائش بنالو، یہی گویا تمہاری جنت ہے، مگر فی الحقیقت یہ سخت خسارے کا سودا ہے، اس لیے کہ یہاں تمہیں ہمیشہ نہیں رہنا، اور پھر کیا خبر کہ تم جو خوبصورت گھر بنا رہے ہو اُس میں عارضی طور پر بھی رہنا تمہیں نصیب ہونا ہے یا نہیں۔ تمہاری اصل کامیابی آخرت میں آگ کے عذاب سے چھٹکارا اور جنت کا ملنا ہے۔ اور یہ ایمان اور جہاد سے مشروط ہے۔

اگر تم نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا اور غلبۂ دین کے لیے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا تو اُس کا صلہ کیا ہوگا؟ وہ یہ کہ

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫﴾ (الصف)

"وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغ ہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں، داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔"

اللہ تعالیٰ جنت کا جو تصور دیتا ہے، وہ بظاہر آج کل کے فارم ہاؤس سے قریب تر ہے۔ اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے اِن میں کوئی نسبت ہی نہیں، بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ ترین رہائش بھی ادنیٰ جنت کے مقابلے میں بھی پرکاہ برابر حیثیت نہیں رکھتی۔ جنت بہت اعلیٰ مقام ہے، جس کی نعمتوں کا تصور بھی اس دنیا میں نہیں کیا جاسکتا، لیکن فاطر فطرت نے انسان کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کے مطابق جنت کا تصور دیا ہے۔ بلاشبہ جنت میں داخلہ اور عذاب سے نجات انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے، بلکہ یہی اصل اور حقیقی کامیابی ہے۔

﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬﴾ (الصف)

"اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح (عن) قریب ہوگی۔ اور مومنوں کو خوشخبری سنادو۔"

انسان چاہتا ہے کہ اللہ کے راستے میں کام کرتے ہوئے اُسے اللہ کی مدد حاصل ہو اور باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کرتے ہوئے وہ فتح سے ہمکنار ہو تو اللہ نے اس کا بھی سامان کردیا۔ اللہ نے واضح فرمادیا کہ ایمان و جہاد کی شاہراہ پر چلو گے تو یہ دونوں چیزیں بھی تمہیں حاصل ہوجائیں گی۔ اے نبیؐ، مسلمانوں کو یہ بشارت دے دیجیے۔ مسلمانوں کو یہ بشارت سن 5 ہجری میں ملی جبکہ مسلمانوں نے تیرہ سال مکہ میں اور پانچ سال مدینہ میں اللہ سے اپنی وفاداری پورے طور پر ثابت کردی تھی۔ صحابہ کرامؓ کی عظیم جماعت ابتلا و آزمائش کے بہترین معیار پر پوری اُتری تھی۔ حکیم الامت علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ کی مدد جیسے کل مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی اب بھی آسکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے اللہ پر پختہ ایمان اور توکل شرط ہے۔ طالبانِ افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس دور میں جب انہوں نے اللہ سے عہدِ وفا نبھایا اور اپنا پورا توکل و اعتماد اللہ پر کیا تو اُن کو اللہ کی مدد حاصل ہوئی۔ تبھی تو انہوں نے دنیا کی جدید ترین خوفناک جنگی ٹیکنالوجی اور کفر و طاغوت کے عالمی لشکر کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔ یہ اندیشہ تو طالبان کو بھی تھا کہ امریکہ کا مقابلہ کیسے کریں گے، مگر جب وہ اللہ کے سہارے ایک عظیم مشن کی خاطر ڈٹ گئے تو دشمن کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کردیا۔ اب دشمن فرار کی راہیں ڈھونڈ رہا ہے۔ اللہ کی یہ مدد ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھ سکتی ہے، ہاں اگر ہم ہی اپنی آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں، تو یہ اور بات ہے۔ پھر اقبال یاد آگئے ؎

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردئ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ طالبان کو اللہ کی نصرت اُس وقت حاصل ہوئی جب انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں نچھاور کرنے کا تہیہ کرلیا اور عملاً بھی ثابت قدمی دکھائی۔ جب انہوں نے دنیا پر یہ واضح کردیا کہ

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

ہم سے اللہ کی رحمت روٹھ چکی ہے۔ اگر ہم آج بھی اللہ سے وفاداری کا عزم کرلیں، اللہ پر کامل بھروسا کرلیں، تورا بورا بننے کے لیے تیار ہوجائیں، تو اللہ کی مدد ضرور ہمارے شامل حال ہوگی۔ ہم نے بظاہر تورا بورا بننے سے بچنے کی خاطر امریکہ کا ساتھ دیا تھا، مگر اپنا تورا بورا بنا بیٹھے۔ گویا ہم نے سو پیاز بھی کھائے اور اب سو جوتے بھی پڑ رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کا دین غالب ہونا ہے، ہمارے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ اس معاملے میں ہم کہاں کھڑے ہیں۔ دین کے وفاداروں کے کیمپ میں ہیں یا غداروں کے؟ دین سے وفاداری کرنے والوں کے لیے اگرچہ آج ہر طرف مصائب و آلام کے پھندے ہیں، آتش "نمرود" کے بھڑکتے ہوئے شعلے ہیں مگر حقیقت میں یہی پرمسرت راستہ اور فوز و فلاح کی منزل تک پہنچانے والی شاہراہ ہے۔ حدیث کے مطابق دجال کے ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی ہوگا۔ آگ اصل میں پانی ہوگی اور پانی آگ۔ جو پانی کو قبول کرے گا وہ اصل میں آگ لے گا۔ ہم نے نائن الیون کے بعد عافیت کا راستہ اپنایا۔ عدل و انصاف کے مسلمہ اسلامی اخلاقی اصولوں کی پروا کیے بغیر طالبان کے خلاف امریکہ کے اتحادی بننے کا فیصلہ کیا، مگر یہ عافیت کا راستہ دراصل تباہی کا راستہ تھا۔ یہ ہمارا امتحان ہو رہا تھا، جس میں ہم بری طرح ناکام ہوگئے۔ تو آج اگر فی الواقع ہمارے دلوں میں ایمان ہے تو ہمیں اللہ کے وفاداروں کے کیمپ میں آنا ہوگا۔ اسلام کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ اسی سے اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

قادیانی ڈائریکٹر کا عجیب وغریب دعویٰ

محمد عطاء اللہ صدیقی

قادیانی جماعت کی سپریم کونسل کے ڈائریکٹر مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے کہ ہم قرآن کو آخری کتاب اور رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور قرآن و حدیث پر عمل کو اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن 1974ء میں نام نہاد پارلیمنٹ اور نام نہاد صدر نے ہمیں آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے کر بڑی زیادتی کی۔ بھٹو نے ہمیں غیر مسلم قرار دیا جبکہ ضیاء الحق نے 1984ء میں پابندی لگا کر اسے عروج تک پہنچا دیا۔ گڑھی شاہو کی عبادت گاہ میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ کوئی مانے نہ مانے ہمیں مسلمان کہلانے کا حق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور یہ حق ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ تمام احمدی محب وطن ہیں اور اُنہوں نے پاکستان کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ دوسری طرف کلمۂ طیبہ پڑھنے اور السلام علیکم کہنے پر ہمیں سالوں کی سزائیں سنائی گئیں۔ مرزا غلام احمد نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے، اذان دینے نہیں دی جاتی، حتیٰ کہ قرآن مجید کی آیات تک لکھنے کی اجازت نہیں۔ اُنہوں نے کہا ہم اقلیت نہیں بلکہ مسلمان ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے غلام ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ ہم سے یہ حق چھین سکے۔ (نوائے وقت: 31 مئی 2010ء)

نوائے وقت نے بجا طور پر قادیانی جماعت کے ڈائریکٹر کے اس بیان کو ''عجیب وغریب دعویٰ'' قرار دیا ہے۔ یہ بیان ایک آئینہ ہے جس میں قادیانیوں کی حقیقی سوچ کا واضح عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ قادیانی اقلیت کی یہی وہ سوچ ہے جس نے پاکستان میں ان کے لیے مسائل پیدا کیے ہیں، اور وہ پاکستانی معاشرے میں ابھی تک اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہیں کر سکے۔ ان کی اس غلط اور غیر حقیقت پسندانہ سوچ نے پاکستان کے مسلمانوں اور حکومت کو بھی شدید آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ جب تک وہ اس سوچ کو نہیں بدلتے، موجودہ صورت حال میں تبدیلی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس صورت حال کے پیدا ہونے میں زیادہ تر کردار قادیانیوں نے ادا کیا ہے لیکن وہ ہمیشہ سے مسلمانوں کو الزام دیتے آئے ہیں کہ وہ ان پر بہت ظلم کر رہے ہیں ع ایں ہمہ آوردۂ تست

1974ء میں پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا تھا، قادیانی اسے ''بڑی زیادتی'' سمجھتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس فیصلے کو ''زیادتی'' قرار دینا ہی سب سے بڑی زیادتی ہے۔ قادیانی گروہ کے بانی مرزا غلام احمد کی تحریریں، کتابیں، الہامات، بیانات، الزامات اور دعوے اور پھر اُس کے نام نہاد خلفاء کے عقائد و بیانات اگر جعلی اور خود ساختہ نہیں ہیں، تو پھر تو قادیانیوں کو ''مسلمان'' سمجھنے والوں کو اپنے آپ کو ''غیر مسلم'' قرار دیے بغیر چارہ نہیں تھا۔ یا تو قادیانی ''مسلمان'' ہیں یا پھر وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت پر یقین نہیں رکھتے، وہ مسلمان ہیں۔ یہ دونوں بیک وقت مسلمان نہیں ہو سکتے۔ آخر دنیا کی کون سی منطق اور عقلی دلیل ہے جو اسلام کی اصل تعلیمات اور قرآن و سنت پر ایمان رکھنے والے اربوں مسلمانوں کو محض اس بناء پر ''غیر مسلم'' قرار دے کہ وہ ایک جھوٹی نبوت کے کے دعویدار کے دعوؤں کو جھٹلاتے ہیں۔ کیا یورپ کے عیسائیوں نے نئے فرقے مارمن (Mormon) کے اس دعوے کو تسلیم کر لیا تھا کہ جوزف سمتھ کو بھی نبی ماننے والے حق پر ہیں اور صحیح معنوں میں عیسائی وہ ہیں، مگر رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ سچے عیسائی نہیں ہیں کیونکہ وہ جوزف سمتھ کو نبی نہیں مانتے، نہ ہی اس کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔

پریس کانفرنس میں عجیب وغریب دعوے کرنے والے قادیانی جماعت کے ڈائریکٹر کیا اس بات کی تردید کر سکتے ہیں کہ ان کے مسیح موعود اور ظلی اور بروزی نبوت کے مدعی کاذب نے بارہا تحریر کیا تھا کہ ان کو نہ ماننے والے ''کنجریوں کی اولاد'' ہیں۔ (نقل کفر، کفر نہ باشد)

جب وہ اپنے ساتھ ہونے والی ''بڑی زیادتی'' کا رونا روتے ہیں اور اپنے آپ کو بہت بڑا مظلوم بنا کر پیش کرتے ہیں تو انہیں ان ننگے اور ناقابل تردید حقائق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج کے مرزا غلام احمد جس پارلیمنٹ کو ''نام نہاد'' کہتے ہیں، وہ مذہبی جماعتوں کے ارکان پر مبنی نہیں تھی۔ اس پارلیمنٹ میں اکثریت پیپلز پارٹی سے وابستہ ارکان کی تھی جنہوں نے سوشلزم کو اپنی معیشت قرار دے رکھا تھا۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ارکان تھے جو جانے پہچانے مارکسٹ اور کمیونسٹ تھے۔ پیپلز پارٹی کی قیادت بشمول جناب ذوالفقار علی بھٹو اور دیگر ارکان اسمبلی، سب کا دعویٰ تھا کہ وہ لبرل، ترقی پسند اور سیکولر ہیں۔ حکومت کی طرف سے اُس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے پارلیمنٹ کے سامنے دلائل دیئے تھے۔ یہ معاملہ کئی ہفتے جاری رہا تھا۔ اس وقت کے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد اور اس کے تین دیگر ساتھیوں کو بھرپور موقع دیا گیا کہ وہ اپنے موقف کے حق میں دلائل پیش کریں۔ مرزا ناصر احمد نے بہت پہلو بچانے کی کوشش کی مگر وہ اس سوال کا جواب پیش نہ کر سکے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے والے ''کافر'' کیونکر ہیں؟ آج کے قادیانیوں کو یہ بات پیش نظر ضرور رکھنی چاہیے کہ کوئی کتنا بھی لبرل یا گنہگار مسلمان ہو، وہ یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایک قادیانی تو بزعم خویش ''مسلمان'' ہونے کا دعویٰ کرے اور مسلمانوں کو ''مسلمان'' ہی تسلیم نہ کرے۔

مرزا غلام احمد نے پریس کانفرنس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم کو اس لیے ''بڑی زیادتی'' کہا ہے کہ قادیانی قرآن کو آخری کتاب اور رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ بادی النظر میں یہ دلیل بڑی وزنی دکھائی دیتی ہے۔ اگر قادیانیوں کی

> **علامہ اقبال نے تو 1935ء میں اپنے مضمون میں تحریر کیا تھا کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں..... حکومت قادیانیوں کو بھی سکھوں کی طرح الگ فرقہ قرار دے**

اس دلیل اور دعویٰ کا اعتبار کرلیا جائے تو پھر یقین کرنا پڑے گا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو اور اس وقت کی پارلیمنٹ کے ارکان انتہائی متعصب، ظالم اور جھوٹے لوگ تھے۔ عام آدمی یہی سمجھے گا کہ اُنہوں نے ''قرآن کو آخری کتاب اور نبی اکرم ﷺ کو آخری نبی ماننے والوں'' کو خواہ مخواہ غیر مسلم قرار دے دیا۔ اگر حقیقت یہی کچھ ہوتی تو آج ہم بھی مان لیتے۔ مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔ یہ محض تلبیس کوشی، دھوکہ، فریب اور لفظی بازی گری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی حضرت محمد ﷺ کو اس طرح آخری نبی نہیں مانتے جس طرح کہ عام مسلمان ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔ قادیانی مرزا غلام احمد آف قادیان کو بھی ''محمد'' اور ''احمد'' سمجھتے ہیں اور اس کی ''نبوت'' کو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا ظل و بروز (سایہ اور عکس) قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص ''ان کی طرح'' ہوسکتا ہے نہ ان کی نبوت کا ''ظل و بروز'' ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ ایسا دعویٰ اگر کوئی کرے گا تو اس کے جھوٹا اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ قادیانیوں کے ڈائریکٹر بتائیں کہ کیا وہ مرزا غلام احمد آف قادیان کی ظلی و بروزی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے؟ مزید برآں ہمیں وہ سمجھائیں کہ ایک قادیانی شاعر کے ان اشعار کا مطلب کیا ہے؟

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

رہی بات قرآن مجید کو آخری کتاب ماننے کی تو یہ دعویٰ بھی ناقابل اعتبار ہے، کیونکہ قادیانیوں نے قرآن مجید کی آیات مبارکہ کی تفسیر کرنے میں جس طرح کی تحریف سے کام لیا ہے، وہ ان کے کافر ہونے کے لیے کافی دلیل ہے۔ لہٰذا قادیانیوں کا قرآن مجید کو آخری کتاب ماننے کا دعویٰ بے معنی ہے جب تک وہ مرزا غلام احمد کی خرافات اور گمراہ کن تعلیمات سے انکار نہیں کرتے۔ یہ تعلیمات صریحاً کفر پر مبنی ہیں۔ ہمارے ہاں بہت سارے لوگ قادیانیوں کی اس تلبیس کوشی کا شکار ہو جاتے ہیں اور قادیانیوں سے ہمدردی جتانا شروع کردیتے ہیں۔ جس شخص نے قادیانیوں کی کتابوں اور ان کے لٹریچر کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہو، وہ اس طرح کی غلط فہمی میں کبھی مبتلا نہیں ہوسکتا۔ کوئی آدمی اگر قرآن مجید کو آخری کتاب اور سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود یا ظلی و بروزی نبی سمجھے۔ یہ دونوں دعوے ایک وقت میں نہیں کیے جاسکتے۔

لہٰذا یہ بات مسلّم ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا آئینی فیصلہ ہر اعتبار سے درست تھا۔ یہ فیصلہ مسلمانوں کو بہت پہلے کردینا چاہیے تھا۔ علامہ اقبال نے تو 1935ء میں اپنے مضمون میں تحریر کیا تھا کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ اُنہوں نے انگریز حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ قادیانیوں کو بھی سکھوں کی طرح الگ فرقہ قرار دے۔ علامہ اقبال نے دو مفصل مضامین تحریر کیے تھے اور بھر پور استدلال کے ذریعے فلسفیانہ اصولوں کی روشنی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ قادیانی تو پہلے دن سے غیر مسلم تھے، 1974ء میں پارلیمنٹ نے تو محض رسمی کارروائی کی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے مخالف بھی ان کے اس فیصلے کو سراہتے ہیں اور انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ کیا بعید ہے، ان کا یہ تاریخی فیصلہ ان کی بخشش کا باعث بن جائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ (آمین) (جاری ہے)

> خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص ''ان کی طرح'' ہوسکتا ہے نہ ان کی نبوت کا ''ظل و بروز'' ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ ایسا دعویٰ اگر کوئی کرے گا تو اس کے جھوٹا اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
> قادیانیوں کے ڈائریکٹر بتائیں کہ کیا وہ مرزا غلام احمد آف قادیان کی ظلی و بروزی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے؟

پریس ریلیز 19-جون 2010ء

حافظ عاکف سعید

حکمرانوں کی کرپشن اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم انسانی المیے جنم دے رہی ہے

ممبر قومی اسمبلی ریاض حسین کا اسلامی نظریاتی کونسل کا بند کرنے کا مطالبہ جاہلانہ ہے اسلام کے حوالے سے وہ بے ہودہ بیانات جاری کرنے سے احتراز کریں

حکمرانوں کی کرپشن اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم انسانی المیے جنم دے رہی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ لاہور میں غربت کے ہاتھوں رکشہ ڈرائیور کا پہلے اپنے پیاروں کا قتل اور بعد ازاں اقدامِ خودکشی ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس ظالم سماج اور عوامی مسائل سے لاتعلق بے درد حکومت سے مکمل طور پر مایوس ہو چکا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام خودکشی کو حرام قرار دیتا ہے۔ یہ جاننے کے باوجود کسی مسلمان کا خودکشی کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہمارا معاشرہ اور ہماری حکومت بے دریغ ہوکر لوگوں کو دیوار سے لگا دیتے ہیں اور اُن کے زندہ رہنے کے تمام راستے مسدود کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسا ہی ایک واقعہ کراچی میں بھی پیش آیا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ ملک بھر میں مہنگائی اور بے روزگاری نے عوام کے لیے جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنا انتہائی دشوار کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چاہیے تو یہ تھا کہ قومی اور صوبائی حکومتیں اس مسئلہ پر سر جوڑ کر بیٹھتیں اور مسئلے کا مستقل حل تلاش کرنے کی کوشش کرتیں۔ لیکن حکومتی کارندے عوام کی غربت اور المناک اموات کا یہ کہہ کر مذاق اڑا رہی ہیں کہ خودکشی بھی اللہ کی رضا سے ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاض حسین پیرزادہ جیسے لوگ جو دن دیہاڑے سیاسی وفاداریاں تبدیل کرتے رہتے ہیں انہیں کوئی حق نہیں کہ وہ اسلام کے حوالہ سے بے ہودہ بیانات جاری کریں اور اسلامی نظریاتی کونسل کو بند کرنے کا جاہلانہ مطالبہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں مستند علماء کا تقرر کیا جائے۔ اس لیے کہ ان کی سفارشات پر عمل درآمد کر کے پاکستان کے مسائل کو حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

ہر دلعزیز داعیٔ دین

جو خوشبوئیں بکھیر کر چل دیئے

سمیع اللہ

اسلام کے عظیم الشان داعی ڈاکٹر اسرار احمد کی رحلت کی جب خبر سنی تو بے ساختہ ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘ کے کلمات وردِ زباں ہوئے اور خانۂ دل میں محبتوں کی کئی دیواروں کے گرنے کا شور ایسا اُٹھا کہ برسوں کی محبت و شفقت کی بارش نے مجھے شرابور کر دیا۔ وہ خالص توحید کا گلدستہ دامن میں لیے اپنے خالق کے ہاں پہنچ گئے۔ پیچھے پلٹ کر دیکھتا ہوں تو کتنے ہی روشن ستارے ہیں جو اپنی منزل میں ڈوب کر فنا ہو گئے کہ یہی میرے رب کا قانون ہے۔ اپنا کام کیا، مالک نے آواز دی اور وصل کی آرزو میں خاموشی سے سرہانے کھڑے موت کے فرشتے کے ساتھ چل دیئے۔ وہ جانتے تھے کہ ہر روز کئی شہابِ ثاقب ٹوٹ کر اپنی ہستی کھو دیتے ہیں لیکن میرے رب کا آسمان پھر بھی ستاروں سے منور ہے! وہ اس بات سے باخبر تھے کہ ہر سال کے بدلتے موسم اور بہار اور خزاں بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہر شے کو فنا ہے، لافانی تو صرف میرا پروردگار ہے! لاریب ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ خالقِ ارض وسماء کے اس متعین ضابطے سے کسی کو استثناء نہیں۔ وہ ان میں سے ایک تھے جو کبھی کرۂ ارض پر بوجھ نہیں بنتے، جن کے روز وشب کی ہر ساعت اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کی امین ہوتی ہے، جن کا دل بے نیاز ہر دو جہاں سے غنی ہوتا ہے، جن کی زندگی بندۂ مومن کی طرح حرص وہوس سے پاک ہوتی ہے، جن کی بیاضِ حیات داستانِ حرم کی طرح غریب و سادہ و رنگین ہوتی ہے، جن کی تخلیق کسی اعلیٰ مشن میں گندھی مٹی سے ہوتی ہے، جن کے مقاصد جلیل اور جن کی امیدیں قلیل ہوتی ہیں، جو منزلِ جاناں کی طرف قدم بڑھاتے ہیں تو پھر زندگی کی آخری سانس تک کبھی پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتے۔ نہ نخلستانوں کی آسودگی ان کے عزم سفر کو موم کرتی ہے، نہ آبلہ پائی انہیں وادیٔ پُرخار میں اترنے سے روکتی ہے۔

مرحوم ڈاکٹر صاحب ہمارے ہاں کی بے ننگ و نام سیاست کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے ہنر سے بخوبی واقف تھے۔ وہ اس عہدِ ستم گار میں نہ صرف قرونِ اولیٰ کی ایک نایاب خوشبو کی مانند تھے بلکہ اس کہکشاں کا سب سے روشن ستارہ بھی تھے۔ اپنے عہد کے درویش، اجلے ذہن، اجلی سوچ، سادہ مگر اجلے لباس، اجلی گفتگو، اجلے دامن اور اجلے کردار کے حامل، شرافت اور نجابت کی ایک تصویر، صاف دل، صاف گو، راست فکر، راست کلام، نہ کوئی اونچ نیچ، نہ کوئی سیاسی کرتب، نہ منافقانہ مصلحت کیشی، نہ فریب، نہ دہرا پن، کھری بات کہنے والے کھرے انسان، مردِ مطلوب، پاک دل و پاکباز! ایک صدی سے کچھ کم پر پھیلی اس منفرد زندگی کے احوال کا قلمی احاطہ ممکن ہی نہیں۔

> **ڈاکٹر اسرار احمد بلند پایہ دینی دانشور تھے جو رسم زمانہ کی بجائے اپنی منزل کی راہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں نکالنے کی صلاحیت رکھتے تھے**

وہ لوگ جن سے تری بزم میں تھے ہنگامے
گئے تو کیا تری بزمِ خیال سے بھی گئے

کئی عشروں تک وہ بے ریا آدمی مقتل میں کھڑا رہا اور کس شان سے کھڑا رہا۔ فقر کے ساتھ بادشاہی کی۔ زندانوں کی وحشت اور جبر کو شرمسار کر دیا۔ خوف کبھی اس کی کھال میں داخل نہ ہو سکا۔ بوڑھا شہسوار میدانِ جنگ سے رخصت ہوا تو میدانوں نے شاید اسے حسرت سے دیکھا اور اپنی محرومی کا ماتم کیا ہوگا۔ ہمیشہ کی ٹھہری ہوئی آواز میں، ہمیشہ کی بے نیازی میں، کہ اس کا منبع زمین نہیں آسمان تھا۔ ہر وقت ہاتھ پر نقدِ جاں سجائے ہوئے، دونوں ہاتھوں سے ہیروں کی چمک سے ماحول کو بھر دینے کی خداداد صلاحیت، وفاداری ایسی کہ بشرطِ استواری اور اصل ایمان کی گراں قدر نشانی۔ مٹی اوڑھ کر سو گئے مگر ایمانی اسلحے کا زیور تن سے جدا نہیں کیا۔ دنیا کے ہر خوف سے دل خالی اور جان دینے کے لیے ہر وقت تیار! یہ تھے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

(حیات کی ساری پونجی میں نے راہِ یار کی نذر گزاری، اپنی زندگی سے میں شاد ہوں کہ کچھ کر گزرا)

ہم خیال، ہم مزاج ایمانی دوستوں سے دائمی وفا کا رشتہ اور ایسی وفا بلند، مقاصد کے لیے مستقل ایثار سے جنم لیتی ہے۔ یک جان دو قالب

آکھو نی مینوں دھید و رانجھا، ہیر نہ آکھو کوئی
رانجھا رانجھا کردی میں آپے رانجھا ہوئی

(سہیلیو! مجھے رانجھا کہو، ہیر نہ کہو۔ قلب و دماغ کی گہرائیوں سے اتنی بار رانجھے کو پکارا ہے کہ خود رانجھا ہوگئی ہوں۔)

ہمارے اس بے ثبات اور بے وفا عہد میں حاسدوں کے نرغے میں گھرا ایک شاعر افتخار عارف کیا خوب یاد آیا:

زندگی نذر گزاری تو ملی چادرِ خاک
اس سے کم پر تو یہ عزت نہیں ملنے والی

بے حد ریاضت کیش، کمال یکسو، مکمل طور پر بے ریا، صداقت شعار، وفا کیش۔ ڈاکٹر صاحب اگر دنیادار بنتے تو ویسے ہی کامیاب ہوتے جیسے آج کے عزت دار مالدار سیاستدان۔ وہ محلات میں جیتے اور نعمتوں کے ہجوم میں زندگی گزارتے، مگر انہوں نے یہ سب کچھ تیاگ دیا، ایک ساعت میں تیاگ دیا بلکہ اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور یہی ایک لمحہ اُن کی پوری زندگی پر پھیل گیا۔ توحید کی ایک بوند نے اس قدر سیراب کیا

> ڈاکٹر صاحب اُن لوگوں میں سے تھے جن کی تخلیق کسی اعلیٰ مشن میں گندھی مٹی سے ہوتی ہے، جو منزلِ جاناں کی طرف قدم بڑھاتے ہیں تو پھر زندگی کی آخری سانس تک کبھی پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتے

کہ زندگی بھر کسی چیز کی تمنا نہ رہی۔ اپنے رب کی حکمتوں سے معمور کتاب قرآنِ حکیم اور صاحب کتاب نبی آخر الزماں ﷺ کی سیرت کو ساری زندگی اپنا نصب العین بنا کر زندگی گزار دی اور عرب وعجم اور یورپ وامریکا میں بھی اپنی اسی گرجدار آواز کے ساتھ بلا کسی خوف یہ پیغام پہنچاتے رہے۔ لاکھوں کا مجمع حاضر، سامعین کی سانس گم، نگاہ گم، خیال گم، گویا ان سب کی ہستی کہیں گم اور خود بھی اس حقانیت کے پیغام میں کہیں گم، ایک گرجدار آواز۔ منادی ہو رہی ہے کہ آؤ فلاح کا راستہ وہی ہے جو محمد عربی ﷺ نے چودہ صدیاں پہلے بتایا تھا۔ اب بھی ہماری مشکلات کا حل آپؐ ہی کے فرامین میں ہے۔ محبت وحق کے اس پیغام میں ایسی آگ ہوتی تھی جو کئی دلوں پر چھائی ہوئی ظلمتوں کو راکھ کر دیتی تھی۔

وہ غنی، جس نے زندگی لٹادی اور کبھی فخر نہ کیا، فخر کیا معنی، تذکرہ ہی نہیں کیا، اپنا تو نام ہی نہیں ...... سب قول ادھورے ہوتے ہیں، صرف اللہ کی کتاب سچی ہے۔ سبھی رائیگاں، سبھی برباد، صرف اہلِ خلوص کامراں۔ خدا کی بارگاہ میں خلوص کے سوا سبھی سکّے مسترد ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے طریقہ کار سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن ان کی ذات قول وفعل کے تضادات کی آلائشوں سے بالکل پاک تھی۔

ساری عمر خدمت اسلام اور تبلیغ اسلام کے کاموں میں مصروف رہے۔ آپ نے اپنی تحریکی زندگی کا سفر اسلامی جمعیت طلبہ، پھر جماعت اسلامی سے کیا، بعد ازاں تنظیم اسلامی کے امیر کی حیثیت سے آپ نے ایشیائی ممالک میں نہ صرف رجوع القرآن کی تحریک برپا کی، بلکہ مروجہ بے دین سیاسی نظام جو مسلم ممالک میں بھی رائج ہے کی سختی کے ساتھ تردید وتنقید کر کے اسلام کے نظامِ سیاست یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے احیاء کی جدوجہد میں بھی مصروف رہے۔ صحت کی پروا کیے بغیر ہر آن فعال اور متحرک، گویا رگوں میں خون کی بجائے کوئی بجلی دوڑ رہی ہے۔ دروس قرآن اور زندگی کے بے شمار عنوانات پر ایک ضخیم ذخیرہ ورثے میں چھوڑ گئے ہیں جو ان کے کام اور نام کو زندہ رکھے گا۔ جماعتی اور مسلکی عصبیتوں سے بے نیاز ہو کر آپؒ نے دین کی بنیادی تعلیمات کے حوالے سے لوگوں میں دینی بیداری پیدا کی۔ آپ نہ صرف عام مسلمانوں کے لیے بلکہ اُن علماء وقت کے لیے بھی جو سیکولر سیاست سے وابستہ ہوگئے ہیں، اللہ کی برہان بنے رہے! ہمیشہ اس فکر اور درد کا برملا اظہار فرماتے رہے کہ یا رب! یہ کیسی قوم ہے جو خود اپنے ہاتھوں سے اپنی قسمت بگاڑنے پر تلی ہوئی ہے۔ قوم نہیں، یہ ایک ہجوم ہے۔ ابھی قوم اسے بننا ہے۔ ابھی اسے معلوم نہیں کہ مرعوبیت شناخت کو تباہ کر دیتی ہے، قوموں کو ابھرنے نہیں دیتی۔ ڈاکٹر اسرار صاحب کی دینی، فکری، سیاسی اور سماجی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ رہا مرنے والا، تو وہ مراد پا گیا۔ ہر موت اپنے لواحقین کے لیے یہ پیغام چھوڑ جاتی ہے کہ جلد یا بدیر آپ نے بھی مجھے وہاں آکر ملنا ہے، جہاں ہم سب بے بس، اپنے مولا کی مغفرت کے منتظر ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب دنیا سے دارالبقا کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ اس عارضی زندگی کی بہاروں اور گلوں کی خوشبو سے منہ موڑ کر دائمی بہار، سدا خوشبوؤں اور مہکتے گلستانوں میں براجمان ہوگئے ہیں۔ اپنے ہر تعلق رکھنے والوں کو چھوڑ کر اپنے مولا کے ساتھ مضبوط تعلق ورشتہ جوڑ چکے ہیں۔ پھر موت تو کوئی نئی چیز نہیں، موت تو ہر ایک کو آنی ہے۔ موت کے قانون سے تو کوئی مستثنیٰ نہیں۔ جو بھی آیا ہے اُسے اپنا وقت پورا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔ موت زندگی کی سب سے بڑی محافظ ہے۔ ہم سب اس کی امانت ہیں، پھر کس کی مجال جو اس میں خیانت کر سکے۔

ڈاکٹر اسرار احمد بلند پایہ دینی دانشور تھے جو رسم زمانہ کی بجائے اپنی منزل کی راہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں نکالنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ فرسودہ نظام اور رسوم وروایات سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے وہ ڈنکے کی چوٹ پر نظام خلافت کی صدا بلند کرتے تھے۔ اپنے آپ کو عالم فاضل اور لیڈر کہلوانے کی بجائے قرآن کا طالب علم قرار دیتے تھے۔ آپ 1932ء میں بھارتی شہر ہریانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ 1947ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ تحریک پاکستان میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ممبر کی حیثیت سے شرکت کی۔ قیام پاکستان کے بعد بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ مولانا مودودیؒ کی تحریک سے متاثر ہو کر اپریل 1949ء کو اسلامی جمعیت طلبہ میں شمولیت اختیار کی اور پہلے جمعیت لاہور، پنجاب اور بعد ازاں پاکستان کے ناظم اعلیٰ بنے۔ 1954ء میں انہوں نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ 1965ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کی ڈگری لی۔ 1957ء میں اختلافات ہونے پر جماعت اسلامی سے الگ ہوگئے۔ شروع میں تقریباً کئی سال تک بغیر کوئی جماعت بنائے درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1972ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن کی بنیاد رکھی اور نوجوانوں کو عربی زبان اور قرآنی تعلیمات سے روشناس کروانا شروع کیا۔ 1975ء میں تنظیم اسلامی کی بنیاد ڈالی۔ ڈاکٹر صاحب اس بات پر پختہ یقین رکھتے تھے جس پر وہ تادم آخر قائم رہے کہ ملک وقوم کے مسائل کا حل خلافت یعنی اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ پاکستان صرف اسلام کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا مگر ہم یہاں اسلامی نظام نافذ نہیں کر سکے جس کی وجہ سے آج ہمیں مختلف النوع خرابیوں اور مشکلات کا سامنا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی شہرت کے کئی حوالے ہیں۔ ان میں سب سے مضبوط اور منفرد حوالہ پی ٹی وی کے درس قرآن والے پروگرام ''الہدیٰ'' کا ہے جس نے انہیں عام پاکستانیوں سے متعارف کروایا اور لوگ ان کے اخلاص وزورِ بیان کے گرویدہ ہوئے۔ ڈاکٹر اسرار صاحب کے دروس کو عوامی سطح پر ملنے والی پذیرائی کا یہ عالم تھا کہ باغ جناح لاہور سے جناح روڈ کوئٹہ تک جہاں جہاں یہ درس ہوئے، مخلوقِ خدا دیوانہ وار چلی آتی۔ آٹھ دس ہزار لوگوں کا درس سننے آنا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا۔ فہم القرآن کی اس دعوت کی فضا بنانے اور لوگوں کو اس جانب راغب کرنے کا نہ صرف کریڈٹ انہیں ہمیشہ ملتا رہے گا بلکہ اس بات پر تحسین بھی ہوتی رہے گی

''اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔'' (سورۃ الفجر: 27،28)

(ماہنامہ ''محاذِ کشمیر'' مئی 2010ء)

دیے بہر سُو جلا چلے ہم

مسز صائمہ خالد

14 اپریل 2010ء بدھ کا دن اپنے ساتھ بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی رحلت کی افسوس ناک خبر لے کر آیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ خبر ملتے ہی پاکستان کے طول وعرض اور بیرونِ ملک سے رفقائے تنظیم بانیٔ محترم کے آخری دیدار کے لیے چل پڑے۔ نمازِ جنازہ میں تنظیم کے رفقاء، امراء، دینی و سیاسی شخصیات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

ڈاکٹر صاحب 1932ء کو ضلع حصار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ علامہ اقبال کے اشعار سے محبت بچپن سے ہی تھی۔ اُنہوں نے جس طرح علامہ اقبالؒ کے فلسفۂ قرآنی کو آگے پھیلایا، اُس لحاظ سے اُنہیں بجا طور پر اقبالؒ کی فکری وراثت کا امین کہا جاسکتا ہے۔ نوجوانی میں تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میڈیکل کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد یہ محسوس کیا کہ دین کا کام کرنے کے لیے قحط الرجال کی شکایت کرنے سے بہتر ہے کہ خود بڑھ کر اسی کمی کو پورا کیا جائے۔ لہٰذا اپنے دنیاوی کیریئر کی قربانی دیتے ہوئے اپنی آئندہ زندگی کو داعیٔ قرآن کی حیثیت سے وقف کردیا اور اپنی تمام تر مالی وجسمانی توانائیوں کو دین کی خدمت میں کھپا کر ﴿اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo﴾ (الانعام:162) کی عملی تصویر پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب 1965ء کے اواخر میں جہاد بالقرآن کا عزم لے کر ساہیوال سے لاہور منتقل ہوگئے۔ ((خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ)) کی نبویؐ بشارت کو اپنا مقصدِ زندگی بنا کر مشرق ومغرب ایک کر ڈالے۔ آپ نے مسلم امہ کے ذہین افراد کی ایک ایسی جماعت تیار کی جن کی زندگیوں میں قرآنِ پاک سے جڑنے کی وجہ سے عظیم انقلاب آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں بیعت مسنون کی بنیاد پر ایک منظم جماعت کی صورت دے کر احیائے خلافت کا مشن رکھنے والی 'تنظیم اسلامی' کی بنیاد رکھی۔ آپ تمام عمر مختلف مکاتب فکر رکھنے والی دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی بھی سعی کرتے رہے۔

آپ کی دینی خدمات کے سلسلے میں تو دفتر کے دفتر لکھے جاسکتے ہیں اور لکھے جائیں گے، ان شاء اللہ، لیکن اُن کی رحلت کے موقع پر لاکھوں غمزدہ دلوں کے لیے ایک پیغام پہنچانا مقصود ہے جو حقیقی معنوں میں اُن سے محبت کا ثبوت ہوسکتا ہے۔ غم کا جذبہ بہت طاقتور ہوتا ہے اور اگر اسے صحیح رہنمائی نہ ملے تو اس طاقت کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ وقت ہے اپنے عظیم محسن کے عزم کو اپنا مقصدِ زندگی بنانے کا۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ کس طرح دین کی تڑپ لے کر جیا جائے اور کیسے اِس تڑپ کے ذریعے مردہ دلوں کو زندگی کا پیغام دیا جائے۔ آج کے افراتفری کے دور کے جن مسائل کا رونا روتے لوگ تھکتے نہیں، انہی حالات اور انہی مسائل کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے زندگی کے آخری دن تک خود کو دین کی خاطر کھپایا اور زبان پر کبھی کوئی حرفِ شکایت نہ آنے دیا۔

اُنہوں نے اپنے تمام تر دنیاوی مسائل اور جسمانی عوارض کے باوجود ایک مردِ مجاہد کی زندگی گزاری اور دین کا کام کرنے والوں کے سامنے نہ صرف عملی نمونہ پیش کیا بلکہ اُنہیں بادِ مخالف میں اور اونچی اُڑان کا پیغام بھی دیا۔ انہوں نے نہ صرف باطل کے ایوانوں میں کلمۂ حق کہا بلکہ ہزاروں پیدائشی مسلمانوں کو شعوری مسلمان بننے کی دعوت دی۔ جس طرح اُنہوں نے خاک میں مل کر اور آگ میں جل کر خام دلوں کو خشت بنایا، آج اُن کی رحلت اُن کے مشن سے عقدِ وفا کو اور مضبوطی سے باندھنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ اُن کا مشن بھٹکے مسلمانوں کو پھر سے قرآن وسنت سے جوڑنا تھا، جسے لے کر آگے بڑھنا ہمارا کام ہے۔ وطنِ عزیز پر آنے والی مشکلات کو وہ عرصۂ دراز سے دیکھ رہے تھے اور اس سے نکلنے کا واحد حل اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں قانون شریعت کا نفاذ ہی بتاتے تھے۔ اُن کی تمام تر کوششیں ہر قسم کی مذہبی اور سیاسی فرقہ واریت سے ہٹ کر منہجِ انقلاب نبویؐ کو اپناتے ہوئے سب سے پہلے پاکستان اور بالآخر ساری دنیا میں اسلام کے عادلانہ نظام یعنی نظام خلافت کو قائم اور غالب کرنے میں صرف ہوئیں۔ آج غم کے اس موقع پر ہمارے لیے اسی تجدیدِ عہد کا پیغام ہے۔ طاغوت کے بڑھتے سیلاب کے آگے بندھ باندھنے کے لیے ہمیں اپنی زندگیوں کو ڈاکٹر صاحب کے نقشِ قدم پر چلانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اُن کے جلائے ہوئے دیوں کی لَو کو بڑھانا ہے اور قرآن وسنت کو نہ صرف اپنے لیے بلکہ پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ بنانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی تمام تر کوششوں کو اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے اور اُن کو جنت میں بلند درجات نصیب فرمائے اور ہمیں دین کی خدمت کا حق ادا کرنے کی توفیق دے، آخرت کے عظیم خسارے سے بچائے اور اُن کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین ثم آمین

توجہ فرمایئے

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت وتبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں اُن کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

شہادت کے ثمرات وانعامات

حافظ محمد مشتاق ربانی

شہادت فی سبیل اللہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو ان اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو کسی دوسرے مذہب اور عقیدہ رکھنے والوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ شہادت دراصل مسلمان کی زندگانی کا مطلوب ومقصود ہے۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

شہادت کے بے شمار فوائد وثمرات ہیں۔ اسی کے نتیجے میں اسلام غالب ہوتا ہے۔ شہادت کے اجتماعی ہی نہیں بلکہ انفرادی طور پر بھی بہت سے ثمرات وانعامات ہیں۔ ذیل میں کچھ ثمرات وانعامات ذکر کیے جا رہے ہیں جو ہر طرح کے انعامات پر محیط ہیں۔

حیات جاوداں

جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں انہیں ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:154)

”اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔“

اس آیت میں شہداء کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر انہیں مردہ تصور کرنے سے بھی روکا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:169)

”اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔“

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر شخص کو برزخی زندگی حاصل ہے، لیکن شہداء کے بارے میں قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی دوسروں سے مختلف ہے۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ دنیوی زندگی سے محروم ہو کر بھی احیاء کے رتبے پر فائز ہیں جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ شہداء کس طرح کی زندگی گزارتے ہیں اس کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے جیسا کہ فرمان الٰہی

﴿وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:154)

”اور تمہیں (ان کی زندگی) کا شعور نہیں۔“

لہٰذا ہمیں شہداء کی زندگی کی حقیقت میں نہیں پڑنا چاہیے۔

رزق کی فراہمی

اللہ تعالیٰ شہداء کو رزق دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:169)

”انہیں اپنے رب کے پاس سے رزق مل رہا ہے۔“

یہاں کلمہ ”عند“ بہت بڑی سعادت اور قرب الٰہی کا تصور دے رہا ہے۔ شہداء کو جو اپنے رب سے رزق ملتا ہے اس کی تفصیل ہم اس قدر جان سکتے ہیں جس قدر حدیث نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

”شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے جسموں میں عرش الٰہی کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں۔ ان کے لیے قندیلیں ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پھرتی ہیں۔“ (صحیح بخاری)

مغفرت

مغفرت سے مراد گناہوں کی بخشش ہے۔ شہادت سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ﴾ (آل عمران:157)

”اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤ یا فوت ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی بخشش حاصل ہو گی۔“

ایک حدیث میں شہید کے سات فضائل بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔“ (جامع ترمذی)

رحمت

شہادت سے انسان رحمت الٰہی کا مستحق ہوتا ہے اور یہ رحمت دنیا ومافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:157)

”اور (شہید کو ملنے والی) رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔“

اجرِ عظیم

شہادت نصیب ہونے سے شہید کو اجر عظیم سے نوازا جاتا ہے، جس کی نہ کمیت مقرر کی جا سکتی ہے اور نہ ہی کیفیت۔ البتہ اس اجر عظیم کی جگہ آخرت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النساء:74)

”اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے گا تو خواہ قتل ہو جائے یا غالب ہو، ہم اس کو اجر عظیم عطا کریں گے۔“

فرحت

یہ لفظ ”حزن“ کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے اس کے معنی خوشی اور شادمانی کے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ (یونس:58)

”تو چاہیے کہ اس پر شاداں ہوں۔“

فرحت کے دوسرے معنی کسی چیز پر اترانے کے بھی ہیں جیسے قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ﴾ (الحدید:23)

”اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔“

شہداء کو اپنے رب کی جانب سے جو فضل ملے گا اس پر وہ خوش ہوں گے اور اس پر فخر بھی کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (آل عمران:170)

”فرحاں وشاداں ہیں اس پر جو اللہ نے اپنے فضل میں سے ان کو دے رکھا ہے۔“

استبشار

اس کے معنی خوش ہونے یا بشارت حاصل کرنے کے ہیں۔ شہداء تین اعتبار سے بہت خوش ہوتے ہیں: ایک اپنے مسلمان لواحقین کے بارے میں خبر پا کر کہ انہیں فوت ہونے کے بعد کسی طرح کا کوئی رنج نہیں پہنچے گا، دوسرے اللہ کی طرف سے ملنے والے فضل سے، اور تیسرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات سے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥﴾
(آل عمران:170،171)

''اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔ وہ خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کا اور یہ کہ اللہ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

شہید کے لیے کتنا بڑا اعزاز ہے کہ ہم تو ان کی زندگی کی کیفیت سے ناواقف ہیں لیکن وہ ہمارے بارے میں خوش رہتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے لیے بہت ساری نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو ہمیں فوت ہونے کے بعد ملیں گی۔ تفسیر ابن کثیر میں سدیؒ کا قول نقل ہے:

(ترجمہ) ''شہید کا جو کوئی دوست مرنے والا ہوتا ہے، شہید کو پہلے سے اس کی اطلاع کر دی جاتی ہے کہ فلاں شخص اب تمہارے پاس آ رہا ہے۔ وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں کسی دور افتادہ دوست سے بعد ملاقات خوشی ہوتی ہے۔''

جنت

ایک مسلمان شہید ہوتے ہی جنت میں چلا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (التوبۃ:111)

''بے شک اللہ نے اہل ایمان کو جنت عطا کرنے کے بدلے میں ان کی جانیں اور مال فدیہ لے لیے۔''

سورۂ یٰسین میں ذکر ہے کہ ایک بستی کی جانب اللہ تعالیٰ نے دو رسول بھیجے جن کو وہاں کے لوگوں نے جھٹلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پہلے دو رسولوں کی مدد کے لیے ایک تیسرے رسول کو بھی مبعوث کیا، جنہوں نے توحید کی دعوت دی لیکن اس بستی کے لوگوں نے تینوں میں سے کسی ایک کو بھی رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے نہ صرف ان رسولوں کا انکار کیا بلکہ اپنے میں ان کی موجودگی کو نحوست خیال کیا اور انہیں شدید ڈرایا دھمکایا۔ جب یہ تینوں رسول ان کو سمجھا رہے تھے اور ان کی طرف سے انکار کی روش ظاہر ہو رہی تھی تو اس دوران ایک آدمی (جس کا نام تفاسیر میں حبیب النجار ملتا ہے) شہر کے دور دراز حصے سے بھاگتا ہوا آیا، جس نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ دیکھو جس اللہ نے مجھے پیدا کیا، عبادت بھی اسی کی کرنی چاہیے۔ وہ اللہ اگر مجھے کوئی تکلیف اور ضرر پہنچانا چاہے تو یہ خود ساختہ معبود اس مصیبت کو رفع کرنے پر قادر نہیں اور اگر میں بھی تمہاری طرح زندگی گزاروں تو میں کھلی گمراہی میں ہوں گا اور سنو میں اپنے رب پر ایمان لایا ہوں۔ اس اللہ کے بندے نے تو اپنی قوم کی خیر خواہی سوچی لیکن اس کی قوم نے اس کو قتل کر دیا۔ قتل ہوتے ہی وہ جنت میں پہنچ گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ (یٰسٓ:26)

''اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

گویا جیسے ہی وہ قتل ہوا، اسی لمحے وہ جنت میں پہنچ گیا۔

الکرامۃ

اس کے معانی شرف اور عزت کے ہیں۔ شہادت مسلمان کو معزز ترین لوگوں میں شامل کر دیتی ہے۔ ابھی اُوپر صاحب یٰسین کا ذکر ہوا جس نے رسولوں کی تائید و حمایت کی اور ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا جن کی وہ خیر خواہی کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جنت عطا کی اور اسے معزز ترین لوگوں کی صف میں شامل کیا۔ وہ آدمی جنت میں پہنچ کر بھی اپنی قوم کی خیر خواہی سوچتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کلمات قرآن حکیم میں ذکر کیے:

﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ٥ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ٥﴾ (یٰسٓ:26،27)

''بولا، کاش! میری قوم کو خبر ہو کہ خدا نے مجھے بخش دیا اور عزت والوں میں کیا۔''

نور

جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نور عطا فرماتا ہے۔ شہداء کو نور عطا کیے جانے کا ذکر اس آیت میں وارد ہوا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ﴾ (الحدید:19)

دراصل ’وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ‘ ’’اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ‘‘ پر عطف ہے۔ یہ مجاہدؒ کی رائے ہے۔ اس رائے کے مطابق آیت کا ترجمہ ہوگا:

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔''

دوسری رائے ہے کہ ''الشہداء'' کا کسی پر عطف نہیں بلکہ الشہداء مبتداء ہے۔ یہ رائے رکھنے والے حضرت ابن عباسؓ، مسروق، ضحاک وغیرہ ہیں۔ اس دوسری رائے کے مطابق آیت کا ترجمہ ہوگا:

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ صدیق ہیں۔ اور شہداء کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔''

قرب الٰہی

شہداء اپنے رب کے بہت قریب ہیں۔ فرمایا:

﴿وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (الحدید:19)

''اور شہداء اپنے رب کے قریب ہیں۔''

گویا ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ شہداء کا خصوصی اعزاز ہے، جو قرب الٰہی پر دلالت کر رہا ہے۔ ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ کا یہ مفہوم سید قطب شہید نے اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

شہادت کے مذکورہ بالا ثمرات و فوائد پڑھ کر ہر مسلمان کے دل میں شہادت کے بارے میں احساس پیدا ہوتا ہے کہ اصل زندگی تو شہید کی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر شہادت کی آرزو پیدا کریں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ کے لیے ان کافروں سے جہاد کرنا ہوگا جو نور توحید کو بجھانے کے لیے کوشاں ہیں۔ کفار چاہے اس جہاد فی سبیل اللہ کو دہشت گردی اور فتنہ و فساد سے تعبیر کریں۔ مسلمانوں کی حقیقی کامیابی کا یہی راستہ ہے۔ اس راستے پر چلنے سے اگر فوری نتائج حاصل نہیں ہو رہے ہیں اور مسلمان پھر بھی محکوم ہیں تو ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔

کیا آپ جاننا چاھتے ھیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

نائن الیون سے پہلے

طالبان اقتدار کے خاتمہ کی منصوبہ بندی

”امریکی، روسی اور بھارتی حکام کے درمیان 2000ء کے اختتام پر ایک اہم خفیہ میٹنگ ہوئی، تاکہ اس امر کا جائزہ لیا جاسکے کہ طالبان کی جگہ کس قسم کی حکومت لائی جائے......“

عابداللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

دسمبر 2000ء میں واشنگٹن پوسٹ میں طالبان کے متعلق واشنگٹن کے رویہ کی تبدیلی کا ذکر کیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے انتظامیہ کا رویہ کچھ نرم سا تھا۔ واشنگٹن پوسٹ کے تذکرہ میں یہ نشاندہی کی گئی تھی کہ رویہ میں یہ تبدیلی کسی عوامی مباحثے، کانگریس کے ساتھ کسی مشورے یا ان لوگوں کو اعتماد میں لئے بغیر عمل میں لائی گئی تھی جن کے متعلق یہ بات معلوم تھی کہ اگلی انتظامیہ میں وہ خارجہ پالیسی کے کرتا دھرتا ہوں گے۔

اخبار ”ٹورانٹو سٹار“ نے لکھا کہ امریکہ نے اُس وقت افغانستان جیسے جنگ زدہ ملک پر بالکل عراقی طرز کی پابندیاں لگوانی شروع کیں، جب اس کی 18 ملین آبادی کی اکثریت بھوک اور بے گھر ہونے کی کیفیت سے دوچار تھی۔ اس اقدام کا مطلب یہی تھا کہ افغانستان کے اندر بغاوت کی آگ بھڑکائی جائے اور ان لوگوں کو جن کی ماہانہ آمدنی تقریباً چار ڈالر تھی، جس پر گزارہ بہت مشکل تھا، طالبان کے خلاف اٹھنے پر مجبور کیا جائے۔

بھوک سے نڈھال افغانیوں کو مزید بھوکے مروانے سے آنکھیں چرا کر یہ پروپیگنڈا زور وشور سے کیا گیا کہ یہاں جو ”انسانی المیہ“ رونما ہو رہا ہے وہ افغانستان میں طالبان کے برسر اقتدار رہنے کی وجہ سے ہے۔ بارش نہ ہونے اور ملک میں خشک سالی کو بھی طالبان سے منسوب کیا گیا۔ گارڈین اخبار کے لیوک ہارڈنگ نے قندھار سے رپورٹ کرتے ہوئے لکھا: ”جو 30 لاکھ افغانی بھوک کی وجہ سے موت کے منہ جانے والے ہیں، ان کے ذمہ دار طالبان ہیں“ (”گارڈین“ اشاعت 24 نومبر 2000ء)۔ دوسری طرف کسی نے ورلڈ فوڈ پروگرام (WFP) کی روٹیاں تقسیم کرنے کے اہتمام کا کوئی نوٹس نہیں لیا، جو صرف اس غرض سے کیا گیا تھا کہ امریکہ اور اس کے حلیفوں کے ایجنڈے کی یہاں تکمیل ہو سکے۔ (تفصیلات کے لیے باب چہارم پر نظر ڈالیں)

امریکہ طالبان کو اُکھاڑ پھینکنا چاہتا تھا جو کسی بھی قیمت پر اس کے ناجائز مطالبات اور احکامات کے سامنے جھکنے پر تیار نہ تھے۔ لہٰذا نائن الیون سے پہلے ہی طالبان کو زیر کر کے ایک نئی اور اطاعت شعار حکومت کے قیام کی راہ ہموار کرنے کی خاطر امریکہ روس مشترکہ دفاعی پراجیکٹ کی طرح ڈال دی گئی تھی۔

اس کتاب کے تعارفی صفحات میں دی گئی شہادتوں کے علاوہ جونز ہاپکنز نیٹز سکول آف ایڈوانسڈ انٹرنیشنل سٹڈیز کے چیئرمین فریڈرک سٹار نے 2000ء میں رپورٹ دی ”ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے خاموشی کے ساتھ روسی حکام کو افغانستان کے خلاف فوجی کارروائی کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ مقامی دباؤ کی وجہ سے اسے پسپائی اختیار کرنا پڑی، تاہم وہ اپنے اس عزم سے باز نہ آیا۔ اس نے وسطی ایشیائی ممالک میں ان امکانات کا بغور جائزہ لیا کہ آیا اس مقصد کے لیے کوئی ملک اپنی سرزمین کو استعمال کرنے کی اجازت دینے پر تیار ہوگا“۔ (بحوالہ واشنگٹن پوسٹ 19 دسمبر 2000ء)۔

امریکی، روسی اور بھارتی حکام کے درمیان 2000ء کے اختتام پر ایک میٹنگ اس غرض سے ہوئی کہ اس امر کا فیصلہ ہو جائے کہ طالبان کی جگہ کس قسم کی حکومت قائم ہو۔ امریکہ ایک ایسی حکومت کو بے دخل کرنا چاہتا تھا جس کا تقریباً تمام ملک پر کنٹرول تھا اور اُسے امید تھی کہ اس کی بجائے ایسی حکومت لائی جاسکتی ہے جو درحقیقت قیاسی ہی ہو اور جو کاغذ پر بھی اپنا وجود نہیں رکھتی۔

امریکہ نے طالبان کے لیے تو بیرونی فوجی امداد پر پابندیاں سخت کرنا شروع کر دیں مگر دوسری جانب ملک میں دیگر مسلح طبقات کے متعلق ایسا کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ پالیسی میں اس تبدیلی کے پس پردہ استعماری مفادات تھے اور کسی قسم کی انسانی وجوہات کارفرما نہیں تھیں۔ وسطی ایشیائی امور کے ماہر فریڈرک سٹار کے الفاظ ہیں: ”جب دوسرے گروہوں کا چند اہم مقامات پر قبضہ تھا تو حقوق انسانی کے ضمن میں ان کا ریکارڈ بڑا ظالمانہ تھا۔ اگر طالبان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ان کا سلوک بدترین تھا۔ اب اس جزوی حکومت کو جو نہایت کمزور اور بے جان ہے، امریکی حکومت نے سنبھالا دیا ہوا ہے اور امریکہ ہی کے سہارے یہ حکومت اقوام متحدہ میں افغانستان کی نشست پر براجمان ہے۔

ہیومن رائٹس واچ (HRW) نے اقوام متحدہ پر طالبان کے خلاف پابندیوں پر تنقید کی تھی۔ اس نے محاذ آرائی میں شامل تمام فریقوں کے لیے اسلحہ کی سپلائی پر پابندی کا مطالبہ کیا تھا اور زور دیا تھا کہ ایسا صرف طالبان کے ساتھ نہ ہو۔ ایک امریکی روسی مشترکہ قرارداد میں سابقہ وار لارڈز کے ایک گروپ نے افغانستان میں برپا بدامنی کو نظر انداز کر کے صرف اس بات پر فوکس کیا گیا کہ طالبان نے اسامہ بن لادن کو پناہ دے رکھی ہے، حالانکہ وار لارڈز سے تعلق رکھنے والے یہ عناصر انسانی بحران کو جنم دینے کے ذمہ دار تھے۔ اس ڈرافٹ ریزولیشن کی رو سے طالبان پر نئی پابندیاں عائد کرنے کے ساتھ یہ بھی ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ اسامہ بن لادن کو ملک بدر کرنے کے ساتھ ساتھ وہ مراکز بھی بند کرائیں جہاں بیرونی دُنیا میں ”مجرمانہ عملیات“ کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ لیکن اس ڈرافٹ ریزولیشن میں افغانستان میں

حقوق انسانی کی پامالی، وسیع البنیاد حکومت کی عدم موجودگی اور دہشت گردی جیسی چیزیں صرف اور صرف طالبان حکومت کے خاتمے کے بہانے کے طور پر تھیں۔ درحقیقت امریکہ افغانستان سے طالبان کا خاتمہ کر کے اپنی کارپوریٹ اشرافیہ کے مفادات کو آگے بڑھانا چاہتا تھا

جاری سول وار کو بند کرنے کا کوئی ذکر نہیں تھا، جس سے ایک بہت ہی خوفناک انسانی المیہ نے جنم لیا ہے۔

ہیومن رائٹس واچ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر نے نشاندہی کی کہ بین الاقوامی برادری اس ظلم وتعدی کو رکوانے میں ناکام رہی جو باہم برسرپیکار پارٹیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے اور جو انسانی المیہ کا سب سے بڑا سبب ہے۔ گویا جان بوجھ کر افغان عوام کو بربادی کا شکار ہونے دیا گیا۔

کینیڈا سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی نے 2000ء میں رپورٹ دی کہ امریکہ اور روس عنقریب اسلامی ''شدت پسند'' اسامہ بن لادن اور طالبان لیڈرشپ جو افغان تحریک کی روح رواں ہے کے خلاف مشترکہ فوجی کارروائی شروع کرنے والے ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ اس میں یو ایس ڈیلٹا فورس اور نیوی سیلز شامل ہوں گے جو روس کی ایلیٹ فورس اور تاجکستان میں الفا کمانڈوز کے ساتھ مل کر کارروائی کریں گے۔ تاجکستان وسطی ایشیائی مملکت ہے اور اس میں روسی ملٹری مراکز ہیں اور پچیس ہزار فوج مقیم ہے۔ یہ مشترکہ فوج ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اتھائی جائے گی۔ اس کی ہوائی جہازوں سے مدد کی جائے گی اور یہ افغانستان کے قلب میں ہندوکش کے پہاڑی سلسلہ میں جہاں اسامہ بن لادن کے محفوظ مراکز ہیں، پر حملہ آور ہوگی۔

اِس منصوبے کا افغان عوام کی مدد سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ اس کا زیادہ زور اس خطے میں امریکی مفادات کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے پر تھا۔ گارڈین اخبار نے نومبر 2000ء میں بجا طور پر سمجھا کہ ''میزائلوں کا ایک اور حملہ افغانیوں کی بربادیوں میں اضافے کے علاوہ کچھ نہیں کرے گا۔'' گارڈین کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ صرف میزائلوں کی بارش نہیں ہوگی، بلکہ ایک بھرپور حملہ اور ایک طویل المدت قبضہ والا معاملہ ہوگا۔

یہ حقائق ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں کہ حقوق انسانی کی پامالی، وسیع البنیاد حکومت کی عدم موجودگی اور دہشت گردی جیسی چیزیں صرف اور صرف طالبان حکومت کے خاتمے کے بہانے کے طور پر تھیں۔ امریکہ تو ان چیزوں کا محض نعرہ لگاتا ہے، ورنہ درحقیقت اُس کی سوچی سمجھی پالیسی جمہوری اقدار اور معاشرتی انصاف کی عین ضد ہے۔ وہ افغانستان پر قبضہ کے ذریعے اپنی کارپوریٹ اشرافیہ کے مفادات کو آگے بڑھانا چاہتا ہے۔ کروسیڈرز اور ان کے ہمدرد اسلام کے خلاف اس جنگ میں تمام محاذوں پر قابو یافتہ ہو چکے ہیں۔ اُنہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ کسی ایسی حکومت کو باقی نہیں رہنے دیا جائے گا جو ایک مکمل اسلامی ماڈل قائم کرنے کا عزم رکھتی ہو۔ جس سے کروسیڈرز کے لگائے گئے اس طرح کے الزامات غلط ثابت ہوں کہ اسلامی حکومت ایک غلط طرز حکومت ہے، کیونکہ اس میں آزادی اور جمہوریت کا فقدان ہوتا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تحقیق کار، تجزیہ نگار، جنگ مخالف سرگرم کارکنان اور امن کی داعی جماعتیں افغانستان پر حملہ کے پس پردہ کارفرما خفیہ قوتوں کو بے نقاب کریں

یہ بات صاف عیاں ہے کہ جب امریکہ افغانستان کے ضمن میں پالیسی مرتب کر رہا ہوتا ہے تو اس میں افغان عوام کے انسانی حقوق کا عنصر امریکہ کے نزدیک چنداں اہمیت کا حامل نہیں ہوتا۔ افغان عوام کی جو تباہی و بربادی ایک منظم طریقہ سے 7 اکتوبر 2001ء کے بعد سے کابل میں قائم کردہ امریکہ کی پٹھو حکومت کے ہاتھوں ہو رہی ہے، ایسی تباہی انہوں نے طالبان کے اقتدار کے تحت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یہ تمام حقائق کلی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ریاست ہائے متحدہ امریکا کا افغانستان پر قبضہ اتنا ہی (بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر) ناجائز اور غلط ہے جتنا کہ عراق پر اس کا قبضہ ناجائز اور غلط ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ افغانستان پر قبضہ نئی کروسیڈ کا پہلا قبضہ ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تحقیق کار، تجزیہ نگار، جنگ مخالف سرگرم کارکنان اور امن کی داعی جماعتیں اس صورت حال کو سمجھیں اور افغانستان پر حملہ کے پس پردہ کارفرما خفیہ قوتوں کو بے نقاب کر دیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ان قوتوں کی مذمت کریں اور صریحاً عراق ہی کی طرح افغانستان پر قبضہ کے معاملہ کو بھی دیکھیں اور اس کا حل نکالنے کے لیے سوچیں۔ دونوں مسلم ممالک پر قبضہ جھوٹ اور سوچے سمجھے منصوبے کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ اس میں جمہوریت یا انسانی حقوق کے متعلق کسی قسم کی تشویش کا قطعاً کوئی سروکار ہی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان پر جنگ مسلط کرنے کے لیے جو خوفناک جھوٹ بولا گیا ہے وہ جھوٹ کے ان پلندوں سے کہیں زیادہ ہے جن کی بنا پر صدام حسین پر تباہ کن اسلحہ رکھنے کا الزام لگا کر عراق پر حملہ کرنے کی راہ نکالی گئی تھی۔ (جاری ہے)

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلرڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور OPG (Dental) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی تصدیق شدہ ادارہ ISO 9001:2000

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3000 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85

Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

حلقہ سرگودھا ڈویژن کے زیرِ اہتمام دوروزہ دعوتی پروگرام اور امیر محترم کا خطاب

23 مئی 2010ء کو حلقہ سرگودھا کی شرقی اور غربی تناظیم کے رفقاء صبح آٹھ بجے مسجد جامع القرآن میں جمع ہوئے۔ اُن کی تعداد 20 کے قریب تھی۔ امیرِ حلقہ نے دعوت کی اہمیت اور داعی الی اللہ کی ذمہ داریاں بیان کیں۔ اس کے بعد امیر محترم کے خطاب کے پروگرام کی تشہیر کے لیے آٹھ ہزار ہینڈ بل، چھ سو خصوصی دعوت نامے، تقسیم کیے گئے اور 25 بینرز اور 50 پولز بینرز شہر کے اہم مقامات پر آویزاں کیے گئے۔ ہینڈ بل کی تقسیم کے لیے دو دو رفقاء کے گروپ بنائے گئے۔ شدید گرمی کے باوجود رفقاء نے دینی جذبے سے سرشار ہو کر سارے شہر میں ہینڈ بل تقسیم کیے۔ تقریباً ایک بجے واپسی ہوئی۔ نمازِ ظہر اور کھانے کے بعد رفقاء نے عصر تک آرام کیا۔ بعد نمازِ عصر مسجد جامع القرآن کے مضافات میں ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔

24 مئی کو بعد نمازِ فجر منفرد رفیق محمد ریاض نے درس قرآن دیا۔ 8 بجے ناشتہ ہوا۔ پھر امیر محترم کے دورہ کے پروگرام کے لیے مشاورت ہوئی۔ رفقاء کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد بھی مشاورت کا سلسلہ جاری رہا۔

امیر تنظیم اسلامی ساڑھے چار بجے سرگودھا تشریف لائے۔ آپ نے مغرب تا عشاء خطاب فرمایا۔ خطاب کا موضوع ''امت مسلمہ کے موجودہ حالات اور فتنۂ دجال'' تھا۔ امیر محترم نے امت کی حالتِ زار پر انتہائی مدلل انداز میں روشنی ڈالی۔ پروگرام میں میانوالی اور منفرد اسرہ جوہر آباد کے رفقاء بھی شریک ہوئے۔ شدید گرمی اور حبس کے باوجود سات سو مرد و خواتین نے امیر محترم کا خطاب سُنا۔ نمازِ عشاء کے بعد رفقاء نے امیر محترم کے ساتھ رات کا کھانا کھایا۔ امیر تنظیم اسلامی رات گیارہ بجے لاہور روانہ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ دوروزہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: غلام رسول)

حلقہ سندھ زیریں کے زیرِ اہتمام بانیٔ تنظیم اسلامی پاکستان کی یاد میں مذاکرہ

تنظیم اسلامی کے حلقہ سندھ زیریں کے زیرِ اہتمام مسجد جامع القرآن (حیدر آباد) کے ہال میں بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یاد میں ایک مذاکرہ منعقد کیا گیا۔ اس پروگرام میں رفقاء و احباب کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ناظم دعوت تنظیم اسلامی لطیف آباد فاروق ناغڑ نے حاضرین کے سامنے ڈاکٹر صاحب کی حیات اور اُن کی دینی، علمی، سماجی و سیاسی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ امیر حلقہ نے سعودی عرب میں قیام کے دوران بانیٔ محترم کے ساتھ اپنی متعدد ملاقاتوں کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ کس طرح انہوں نے بانیٔ محترم سے متاثر ہو کر تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کو بانیٔ تنظیم کی امانت قرار دیا، اور رفقاء و احباب سے تقاضا کیا کہ وہ اب پہلے سے زیادہ جوش، جذبہ اور لگن سے کام کریں، تاکہ غلبۂ دینِ حق کا یہ مقدس مشن آگے بڑھ سکے۔ دیگر ذمہ داران اور رفقاء و احباب نے بھی فرداً فرداً بانیٔ محترم کی وفات پر اپنے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے اسے عالم اسلام کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا۔ عشاء کی نماز اور کھانا کھانے کے بعد شرکاء اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ (مرتب: علی اصغر عباسی)

حلقہ بہاولنگر کا سہ روزہ مشاورتی و تربیتی اجتماع

حلقہ بہاولنگر کا سہ روزہ مشاورتی و تربیتی اجتماع 14 تا 16 مئی مسجد جامع القرآن بہاولنگر میں منعقد ہوا۔ پروگرام میں حلقہ کی تناظیم کے تمام امراء اپنے ایک ساتھی کے ساتھ، نقیبِ اعلیٰ، منفرد اسروں کے نقباء اور حلقہ کے مرکزی اسرہ کے رفقاء نے شرکت کی۔ مشاورت کا پروگرام بالعموم شب بیداری کی صورت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ منتخب نصاب نمبر 2 پڑھایا جانا تھا۔ اس لیے پروگرام کو سہ روزہ کی صورت میں رکھا گیا۔ تین دنوں میں منتخب نصاب کے 10 لیکچر ہوئے۔ امیر حلقہ محمد منیر احمد نے یہ لیکچر دیئے۔ 14 مئی کو مغرب کے وقت شروع ہونے والا یہ پروگرام 16 مئی کو سہ پہر سوا تین بجے اختتام پذیر ہوا۔ حلقہ میں ذمہ داران کے سہ روزہ کا یہ پہلا تجربہ تھا جو الحمدللہ بہت کامیاب رہا۔ کھانا کھلانے کی ذمہ داری محمد ندیم کی تھی۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ کی صورت میں جنریٹر کا متبادل انتظام کیا گیا تھا، لہٰذا شرکاء کو کوئی پریشانی نہ ہوئی، اور یہ پروگرام بغیر تعطل کے جاری رہا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء ایک نئے جذبہ اور لگن سے رخصت ہوئے۔ اللہ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین (مرتب: محمد رضوان عزمی)

گستاخانہ خاکوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے

حلقہ شمالی کراچی کے زیرِ اہتمام نیو کراچی تنظیم نے 21 مئی 2010ء بروز جمعہ بعد نمازِ عصر اور گلستان جوہر تنظیم نے 24 مئی 2010ء بروز پیر رسول اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائے جانے کے خلاف مظاہرے کیے۔ دونوں تناظیم کے رفقاء کے علاوہ احباب اور دیگر تناظیم کے رفقاء نے بھی انتہائی جوش و خروش اور غیرت ایمانی کے جذبہ کے ساتھ ان مظاہرات میں شرکت کی۔ مظاہروں سے قبل دونوں تناظیم کے رفقاء نے کثیر تعداد میں مختلف مساجد اور عوامی مقامات پر ہینڈ بلز تقسیم کیے۔ مظاہرے کے دوران رفقاء نے پلے کارڈ اور بینرز اُٹھائے ہوئے تھے۔ یہ مظاہرے بالترتیب یو پی موڑ (نیو کراچی) اور جوہر چورنگی (گلستان جوہر) پر کیے گئے۔ دونوں مقامات پر شجاع الدین شیخ، مقامی ناظم دعوت عامر خان اور جمیل احمد خان نے خطاب کیا۔ اس سے قبل جمعہ کے روز شجاع الدین شیخ نے دارالعلوم انوار القرآن کی مدنی مسجد میں بھی خطاب فرمایا، جس میں تقریباً 200 افراد نے شرکت کی۔ مقررین نے اپنے خطابات میں امریکہ اور یورپی ممالک کی اس گستاخانہ جسارت کی شدید مذمت کی۔ اُنہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں امت مسلمہ کے ساتھ ان کی ازلی دشمنی اور مذموم سازشوں کا تسلسل ہے۔ ہمیں ان گستاخانہ اقدامات کے خلاف منظم ہو کر جدوجہد کرنی چاہیے۔ عامر خان صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی 23 سالہ حیاتِ طیبہ ہمارے سامنے ہے۔ جس طرح آپ نے اپنے جسم و جان کی توانائیاں دین اسلام کی سربلندی کے لیے کھپا دیں، ہمیں بھی اس کارِ رسالت میں اپنی بھرپور توانائیاں لگا دینی چاہئیں۔ یہ ہماری غیرت ایمانی اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت و عقیدت کا لازمی تقاضا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا دین غالب ہوگا تو پھر یہود و نصاریٰ اور دشمنانِ اسلام کو اِس طرح کی ناپاک جسارتوں کی جرأت نہیں ہوگی۔ وسطی کراچی کے رفیق منصور رونی نے بھی رفقاء سے خطاب کیا۔

مظاہرے کے اختتام پر چند مساجد میں نمازِ مغرب سے قبل اور بعد میں کارنر میٹنگ کا انعقاد کیا گیا۔ جن میں عامر خان، جمیل احمد خان اور عطاء الرحمٰن عارف نے خطاب کیا۔ یہ دونوں مظاہرے جو بالترتیب مغرب اور عشاء کی نماز تک جاری رہے، عامر خان اور نوید مزمل کی دعاؤں کے ساتھ اختتام پذیر ہوئے۔ ان مظاہروں میں امیر حلقہ شمالی سید اظہر ریاض اور معتمد حلقہ شمالی عمر بن عبدالعزیز نے خصوصی شرکت فرمائی۔ (رپورٹ: عارف جمال فیاضی)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیرِ اہتمام ماہانہ تربیتی اجتماع

22 مئی 2010ء کو تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیرِ اہتمام ماہانہ تربیتی اجتماع بعد نمازِ مغرب قرآن اکیڈمی ملتان میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا، جس کی سعادت حافظ احسان الکریم نے حاصل کی۔ اس کے بعد مقامی امیر تنظیم جام عابد حسین نے ''مقصدِ زندگی'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد نمازِ عشاء محمد سلیم اختر (نقیب اسرہ کینٹ ملتان) نے درس حدیث دیا۔ درس کا موضوع ''امر بالمعروف'' تھا۔ پروگرام کے آخری حصہ میں حاضرین کو بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر صاحبؒ کی جنوری 2010ء کی کراچی میں ہونے والی

سوال و جواب کی نشست کی ویڈیو دکھائی گئی۔ اس پروگرام میں تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے 13 اور تنظیم اسلامی ملتان شہر کے 33 رفقاء نے شرکت کی۔ احباب کی تعداد 25 تھی۔ یادرہے کہ یہ دونوں تناظیم کا مشترکہ پروگرام تھا۔ 11 بجے رفقاء و احباب اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ (رپورٹ: ناصر انیس خان)

جبی دارالسلام میرپور میں فہم دین پروگرام کا انعقاد

23 مئی 2010ء شام پانچ بجے جامع مسجد الہدیٰ جبی دارالسلام میں تنظیم اسلامی پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں 9 رفقاء اور 21 احباب نے شرکت کی۔ نماز عصر سے پہلے ناظم حلقہ مشتاق حسین اور حافظ ندیم مجید جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز نماز عصر کے بعد ہوا۔ حافظ ندیم مجید نے مذہب اور دین کے فرق کو قرآن و حدیث کے دلائل سے مؤثر انداز سے واضح کیا اور قرآن و سنت کی روشنی میں جماعتی زندگی کی ضرورت اور بغیر جماعت کے زندگی گزارنے کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ اس پروگرام میں 9 احباب نے تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ یوں سابق امیر تنظیم اسلامی میرپور سید محمد آزاد صاحب کی سالہا سال کی محنت میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی اور 9 بھائیوں نے خود اللہ کا بندہ بننے، دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینے اور رب کی دھرتی پر رب کا نظام (یعنی خلافت) قائم کرنے کے لیے کمر ہمت کس لی۔ دُعا ہے، پروردگار ہمیں پورے شعور و ادراک کے ساتھ اس راہ پر چلنے، اور اِس پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔

(رپورٹ: ظفر اقبال)

تنظیم اسلامی بہاول نگر کے رفقاء کا پہلا انفرادی مظاہرہ

ناموسِ رسالت کے موضوع پر تنظیم اسلامی بہاول نگر کے زیر اہتمام ایک مظاہرہ کا انعقاد 26 مئی 2010ء بروز بدھ بعد نماز عصر کیا گیا۔ اس سے قبل بھی بہاول نگر شہر میں متعدد مواقع پر مظاہرے ہو چکے ہیں، جن میں سے ایک مظاہرہ ''اسلام کے سیاسی نظام'' کے موضوع پر 16 مئی کو ہوا۔ ان تمام مظاہروں میں ہارون آباد، فورٹ عباس، حاصل پور اور چشتیاں کے رفقاء بہاول نگر کے مقامی رفقاء کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ لیکن مذکورہ مظاہرے کی ایک نمایاں اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں صرف بہاول نگر شہر کے مقامی رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ باہر سے صرف دو افراد، امیر حلقہ محمد منیر احمد اور رضوان عزمی شریک ہوئے۔ اس مظاہرے میں شرکاء کی تعداد 60 سے زائد تھی۔ مظاہرے کی تجویز جمعہ کے روز نقیب اسرہ جناب شاہد حسین مغل نے پیش کی جس کی تمام رفقاء نے تائید کی۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ منگل کے ہفتہ وار درس قرآن میں اس کا اعلان کر دیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ رفقاء و احباب اس میں شامل ہوسکیں۔ مظاہرہ کے لیے بینرز/ٹی بورڈز کی تیاری اور رفقاء کو اطلاع وغیرہ کی ذمہ داری عدنان شاہد اور بابر حسین مغل کے سپرد کی گئی۔ اس طرح بدھ کے روز شام 5 بجے رفقاء و احباب کمرشل کالج چوک میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ عصر کی نماز قریبی مسجد میں ادا کرنے کے بعد امیر حلقہ نے اپنے مختصر خطاب میں مظاہرہ کے منظر اور پس منظر پر روشنی ڈالی اور شرکاء کو مظاہرے کے متعلق ہدایات دیں اور دوران مظاہرہ ذکر و اذکار کی تلقین کی۔ اس کے بعد شرکاء ہاتھوں میں بینرز اور ٹی بورڈز پکڑے سٹی چوک میں جا کر پُر امن طور پر دونوں اطراف میں کھڑے ہوگئے۔ کچھ دیر بعد شرکاء وہاں سے مارچ کرتے ہوئے رفیق شاہ چوک پہنچے اور کچھ دیر وہاں کھڑے رہے۔ بعد ازاں امیر حلقہ نے خطاب کیا جس میں یہود و نصاریٰ کی سازشوں اور مسلمانوں کی اجتماعی بے حسی کا تذکرہ کیا اور حکمرانوں کے طرز عمل پر تنقید کی۔ اس کے بعد شرکاء واپس کمرشل کالج چوک پہنچے۔ جہاں جناب محمد منیر احمد نے دُعا کروائی اور مظاہرہ کے اختتام کا اعلان کیا۔ شرکاء نے جو بینرز اور ٹی بورڈز اُٹھائے ہوئے تھے اُن پر کچھ اس طرح کی عبارت تحریر تھی۔ facebook کا ہمیشہ کے لیے بائیکاٹ کیا جائے۔ فحش ویب سائٹس کو بند کیا جائے۔ گستاخ رسول کی سزا: سرتن سے جدا، گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے جان لیں، مسلمان ابھی زندہ ہیں۔ رسول ﷺ مومنوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ حرمت رسولؐ کا حقیقی محافظ نظامِ خلافت، حرمت رسولؐ پر جان بھی قربان ہے، رسول ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ مذکورہ مظاہرہ کے متعلق یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اس موضوع پر بہاول نگر میں کسی بھی سیاسی/مذہبی تنظیم کی طرف سے یہ پہلا مظاہرہ تھا۔ عوام الناس بھی شرکاء سے سوال و جواب کے ذریعے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔ یوں مغرب سے کچھ دیر پہلے مظاہرہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رفقاء و احباب کی حقیر سی کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین (رپورٹ: محمود اسلم)

حلقہ خواتین سیالکوٹ کے زیر اہتمام دعوتی و تعزیتی اجتماع

سیالکوٹ میں حلقہ خواتین کے زیر اہتمام بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی رحلت کے موقع پر قائد پبلک کالج میں ایک تعزیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا مشن دین کی دعوت کا ابلاغ تھا۔ لہٰذا اس موقع پر ایک دعوتی پروگرام کا بھی اہتمام کیا گیا۔ تنظیمی رفیقات کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ہر تنظیمی بہن کم از کم ایک خاتون اپنے ساتھ لائے، تاکہ دین کے پیغام کو وسعت دی جاسکے۔

پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک اور نعتِ رسولؐ سے کیا گیا، جس کے بعد حاضرین کے سامنے دین کا جامع تصور پیش کیا گیا، اور تنظیم کے ہدف نفاذ اسلام کو بلیک بورڈ کی مدد سے بیان کیا گیا اور واضح کیا گیا کہ کس طرح تنظیم اسلامی منہج انقلاب نبویؐ کے مطابق نفاذ اسلام کے لیے کوشاں ہے۔ اس کے بعد درس حدیث ہوا۔ اور پھر نظم جماعت کے آداب پر سیر حاصل گفتگو کی گئی۔

تعزیتی پروگرام کے آخر میں ماہر القادری (مرحوم) کی وہ نظم حاضرین کے گوشِ گزار کی گئی جسے بانیٔ محترم زندگی کے آخری ایام میں پڑھتے ہوئے آبدیدہ ہوگئے تھے۔ بعد ازاں امیر تنظیم کے بیان کو اُنہی کے الفاظ میں رفیقات تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ بانی محترم کے طالب علمی کے زمانے کا پسندیدہ ترانہ ''دیجیے بہر سو جلا چلے ہم'' کو تمام رفیقات تک اُن کی طرف سے ایک پیغام کی صورت میں پہنچایا گیا۔

اِس پروگرام میں تقریباً ساٹھ خواتین نے شرکت کی، جن کی تواضع کولڈ ڈرنک سے کی گئی۔ اختتام پر تنظیم کی مقامی ناظمہ نے بتایا کہ کس طرح اُن کے گھرانے نے بانی محترم کے دروس سے مستفید ہو کر زندگی کے حقیقی مقصد کو اپنایا۔ سورۃ العصر کے درس اور دعا کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ پاک بانیٔ محترم کی مغفرت فرمائے۔ ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے اور آخرت کے عظیم خسارے سے محفوظ رکھے۔ آمین (رپورٹ: رفیقۂ تنظیم)

ہارون آباد میں سہ روزہ تربیتی پروگرام

4 تا 6 جون 2010ء کو مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی ہارون آباد میں ایک سہ روزہ تربیتی پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں ہارون آباد تناظیم کے ملتزم رفقاء و نقباء کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی چشتیاں، بہاولنگر، اُسرہ تھمن والی، اُسرہ فقیر والی اور کچھی والا سے منفرد رفقاء نے شرکت کی۔ اس سہ روزے کا نصاب بھی وہی تھا جو پچھلے پروگراموں میں پڑھایا گیا یعنی منتخب نصاب نمبر 2 کے مکمل 10 دروس۔ سہ روزہ پروگرام میں 35 رفقاء نے کل وقتی شرکت کی، جبکہ تین رفقاء جزوی طور پر شریک ہوتے رہے۔ شرکاء کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری تنظیم اسلامی ہارون آباد نمبر 1 کے امیر جناب آصف لطیف نے انجام دی۔ یہ پروگرام 6 جون کو بعد نماز ظہر اختتام پذیر ہوا۔ دعا ہے، اللہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

money to fight Afghans for the Americans, the war drones on into its ninth year.

Feminists, liberals, and naive American flag-wavers will say that what is written here is utter rot that Americans are in Afghanistan to bring women's rights and birth control to Afghan women and to bring freedom, democracy and progress to Afghanistan, even if it means leveling every village, town and house in the country. We, "the indispensable people," are only there to do good because we care so much for the Afghan people who live in a country that most Americans can't find on a map.

What fool believes that the U.S. government, which is totally indifferent to the fate of its own citizens, cares so much about Afghanistan that it will spend blood and treasure to bring "progress" and "women's rights" to a country half a world away, while it drives its own citizens into the ground?

At Washington's behest, the government of Pakistan is conducting war against its own people, killing many and forcing others to flee their homes and lands. The Pakistani government's war against its own citizens has caused military expenses to soar, putting Pakistan's budget deep in the red. Deputy U.S. Treasury Secretary Neal Wolin ordered the Pakistani government to raise taxes to pay for the war against its own people. The puppet ruler, Asif Ali Zardari, complied with his American master's orders. Zardari declared a broad-based value added tax on virtually all goods and most services in Pakistan. Thus, Pakistanis are forced to finance a war against themselves.

The "cakewalk war" in Iraq has lasted 7 years instead of the promised 6 weeks, and the violence is still ongoing with Iraqis killed and maimed nearly every day. The reason Americans are still in Iraq is because the Iraqis hate each other more than they hate the American invader. The vast majority of the violence in "the Iraq war" was committed between Iraqi Sunnis and Iraqi Shiites as they cleansed one another from neighborhoods. The majority Shiites regarded the American invasion of Iraq as an opportunity to gain power over the minority Sunnis, who ruled under Saddam Hussein. Therefore, the Shiites never engaged the American invading forces. The minority Sunnis (20 percent of the population) gave most of their effort to fighting the Shiites majority, but in their spare time a few thousand Sunnis were able to inflict serious losses on the American superpower.

Finally realizing the power of lucre in the Arab world, the Americans put 80,000 Sunnis on the U.S. military payroll and paid them to stop killing Americans. This is how the U.S. won the war in Iraq. Iraqis sold out their independence for American dollars. Considering that a few thousand Sunnis were able to prevent superpower America from successfully occupying Baghdad or much of Iraq, had the Shiites joined with the Sunnis against the invaders, the U.S. would have been defeated and driven out. This outcome was not possible, because the Shiites wanted to settle the score with the Sunnis, who had ruled them under Saddam Hussein.

This is the reason that Iraq today is in ruins, with one million dead, four million displaced or homeless, and the professional class having fled the country. Iraq, under the American puppet Maliki, is an American protectorate.

As long as Muslims hate and fear one another more than they hate their conquerors, they will remain a vanquished people! (*Courtesy: Creators.com*)

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

سالانہ زرِتعاون: 250 روپے

فی شمارہ: 25 روپے

شمارہ جولائی کی ایک جھلک

☆ ہوئے تم دوست جس کے......! (اداریہ) — ایوب بیگ مرزا
☆ دعوت بالقرآن — اعجاز مسیحائی — محمد رشید عمر
☆ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا مشن — انجینئر نوید احمد
☆ ”عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا!“ — قاضی عبدالقادر
☆ مؤمن کا جذبۂ شکر وسپاس — عتیق الرحمٰن صدیقی
☆ زندوں پر مُردوں کے حقوق — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن ”بیان القرآن“
ہر ماہ شائع ہو رہا ہے

آج ہی طلب کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون:3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

Paul Craig Roberts

MUSLIMS ARE THEIR OWN WORST ENEMY

Muslims are numerous but powerless. Divisions among Muslims, especially between Sunni and Shiites, have consigned the Muslim Middle East to almost a century of Western control. Muslims cannot even play together. The Islamic Solidarity Games, a regional version of the Olympics, which were to be held in April in Iran, have been cancelled, because the Iranians and the Arabs cannot agree on whether to call the body of water that separates Iran from the Arabian Peninsula the Persian Gulf or the Arabian Gulf.

Muslim disunity has made it possible for Israel to dispossess the Palestinians, for the U.S. to invade Iraq, and for the U.S. to rule much of the region through puppets. For example, in exchange for faithful service, Egypt receives $1.5 billion a year from Washington, which enables President Mubarak to buy off opposition. The opposition had rather have the money than support the Palestinians. Therefore, Egypt cooperates with Israel and the U.S. in the blockade of Gaza.

Another factor is the willingness of some Muslims to betray their own kind for U.S. dollars. Don't take my word for it. Listen to neoconservative Kenneth Timmerman, head of the Foundation for Democracy, which describes itself as "a private, non-profit organization established in 1995 with grants from the National Endowment for Democracy (NED) to promote democracy and internationally-recognized standards of human rights in Iran." By now we all know what that means. It means that the U.S. finances a "velvet" or some "color revolution" in order to install a U.S. puppet. Just prior to the sudden appearance of a "green revolution" in Tehran primed to protest an election, Timmerman wrote that "the National Endowment for Democracy has spent millions of dollars during the past decade promoting 'color' revolutions in places such as Ukraine and Serbia, training political workers in modern communications and organizational techniques. Some of that money appears to have made it into the hands of pro-Mousavi groups, who have ties to non-governmental organizations outside Iran that the National Endowment for Democracy funds." So, according to the neocon Timmerman, funded by the National Endowment for Democracy, it was U.S. money that funded Mousavi's claims that Ahmadinejad stole the last Iranian election.

During President George W. Bush's regime it became public knowledge that American money is used to purchase Iranians to work against their own country. The Washington Post, a newspaper sympathetic to the neocon goal of American hegemony and war with Iran, reported in 2007 that Bush authorized spending more than $400 million for activities that included "supporting rebel groups opposed to the country's ruling clerics."

This makes the U.S. government a "state sponsor of terrorism." For confirmation, one of the U.S. paid operatives, who conducted terror operations in Iran, has ratted on his terrorist supporters in Washington. Abdul Malik Rigi, leader of the Baloch separatist group responsible for several attacks, was recently arrested by the Iranians. Rigi admitted that the Americans in Washington assured him of unlimited military aid and funding for waging an insurgency against the Islamic Republic of Iran.

The U.S. and its NATO puppets have been killing Afghan women, children, and village elders since Oct. 7, 2001, when the U.S. military invasion "Operation Enduring Freedom," a proper Orwellian title for a self-serving war of aggression, was launched. The U.S. installed puppet president of Afghanistan, Hamid Karzai, is bought and paid for with U.S. dollars. The money that Washington gives Karzai finances the corruption that supports him. Karzai's corruption and his treason against the Afghan people encourage the Taliban to keep fighting in order to achieve a government that serves Afghans instead of Washington, D.C. Without the puppet Karzai selling out Afghans to Washington, the U.S. would have already been driven out of the country. With Karzai paying Afghans with American